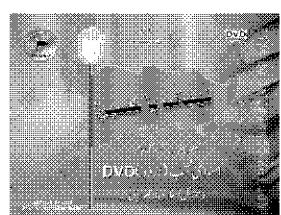


یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون، ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔

منجانب۔



سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان



۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الْوَمَانِ اور کنیٰ



www.ziaraat.com

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

لَبِيكَ يَا مُحَسِّنٌ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

NOT FOR COMMERCIAL USE

محلل شام غربیان

طبعه



مجموعه تقاریر

علاء شیرازی * علاء صیرالاجمادی
علاء عفان حیدرخابی * علاء طالب جوہری

مُرتَّب
شاھِ ملک

ترتیب

1	علامہ رشید ترابی	یقین	8
2	علامہ رشید ترابی	سجدہ	23
3	علامہ نصیر الاجتہادی	دعا	39
4	علامہ نصیر الاجتہادی	رضائے الہی	57
5	علامہ نصیر الاجتہادی	علم	72
6	علامہ نصیر الاجتہادی	مقامِ مصطفیٰ	87
7	علامہ نصیر الاجتہادی	العلم	100
8	علامہ عرفان حیدر عابدی	شانِ رسالت	116
9	علامہ طالب جوہری	فخر العالمین	131
10	علامہ طالب جوہری	الانسان	149
11	نوح	گھبرائے گی زینب	170
12	جو چل بے تو یہ اپنا سلام آخر ہے		172

قیر اصغر پے گھڑی بھر کو چرا غاں تو ہوا
کر بلا میں جو بھٹکتے ہوئے جگنو آئے

سید محسن نقوی

بھائِ شام غربیاں



مجموعہ نتاریں

علاء شیر ترکی * علاء صیر الاجتہادی
علاء عرفان مید رخابی * علاء طالب جوہری

مُرتَبْ ملک

آغاز.....

پروردگارِ نطق و لب کا کتنا کرم ہے کہ خطیب عشیر و غدیر، خطیب منبرِ سلوانی، خطیب نوکِ سناء اور خطیبِ شام کے صدقے سے اور منیرِ حسینؑ کے دیلے سے ہماری ملت کو ایسے نابغہ روزگار خطیب و ذا کرنھیب ہوئے، جنہوں نے اپنی گفتار کے زیرِ وہم سے تبلیغِ اسلام کا فریضہ اتنی خوبصورتی سے ادا کیا کہ ہر صدائے بعض و عنادِ خامشی کے تحت الغری میں غرق ہو گئی اور ذکرِ حسینؑ کے دیلے سے توحید، عدل، نبوت، امامت اور قیامت کا درس اذہانِ عالم میں نقش ہو گیا۔ اصولِ دین کے ساتھ ساتھ فروعِ دین کی تبلیغ نے ہمارے کردار کو ایسا سنوارا کہ کائنات کا تمام تر حسن، حسنِ مومن کے سامنے ماند پڑ گیا۔

ان علمائے حق کے علمی جواہر نے ملت کے شعور کو اس قدر بلند کیا کہ دیگر مذاہبِ عالم نے اپنی کم علمی کا اعتراف کرتے ہوئے بابِ العلم کے ریزہ چینوں کے سامنے سرستیم خم کر دیا۔ بھلا اس قوم کا شعور کیوں نہ بلند ہو جس کے سلیبس کا حصہ قرآن مجید و نجح البلاغہ جیسی اعلیٰ وارفع کتابیں ہوں۔

کافی عرصے سے میری خواہش تھی کہ ایک ایسی کتاب ترتیب دی جائے جس میں خصوصی طور پر ”مجالس شامِ غریبان“ کو محفوظ کیا جائے۔ پاکستان میلی ویژن کی ان مجالس کو دنیا بھر میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہے۔ بلا تفہیق مذہب و ملت ہر کوئی ان جواہر علمیہ سے فیض یاب ہوتا ہے۔

علامہ سید عرفان حیدر عابدی کی تقریروں پر مشتمل کتاب ”خطیب شام غریبان“ کو جو بے پناہ پذیرائی حاصل ہوئی اس نے ہمارا حوصلہ بڑھایا اور اب ہم

مجالسِ شامِ غریبیاں میں، علامہ رشید ترابی، علامہ نصیر الاجتیادی، علامہ عرفان حیدر عابدی اور علامہ طالب جو ہر کی کی نایاب مجالس شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

یہ مجالس وہ ہیں کہ جن کے نشر ہونے کے بعد سب کا یہ تاثر تھا کہ ”مذہب اہلیت کے علمائے کرام قرآن کے علاوہ تو کوئی بات ہی نہیں کرتے۔“ یہ جملہ سن کر ہمارا سر مذہب کی حقانیت کی وجہ سے بلند ہو جاتا ہے اور جس قدر خوشی حاصل ہوتی اس کا اظہار لفظوں میں نہیں کیا جاسکتا۔

زمانہ صرف یہی (ٹی۔ وی) کی مجالس ہی نہیں بلکہ ہماری ہر مجلس میں شرکت کرے تاکہ اس پر واضح ہو کہ ہم واقعی قرآن کے علاوہ تو کوئی بات ہی نہیں کرتے، وارث قرآن، اہلیت ہیں اور اہلیت کے ماننے والوں کے مذہب کی بنیاد ہی قرآن مجید ہے۔

”مجالس شامِ غریبیاں“ کو پایہ تینجیل تک پہنچانے میں ہمیں نامور عالم دین علامہ احمد نواز شاکر صاحب قبلہ اور خطیب العرفان علامہ ناصر عباس صاحب کا بھرپور تعاون حاصل رہا، خالق قرطاس و قلم ان کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے۔ ہمیں امید ہے کہ نوواردائی خطابت ان مجالس سے خاطرخواہ استفادہ کریں گے اور یہ مجموعہ بھی ہماری دیگر تالیفات کی طرح شرفِ قبولیت حاصل کرے گا۔ جب مصائب کر بلاؤ پڑھتے ہوئے آنکھیں بھیگ جائیں تو ہمارے لیے بھی ضرور دعا کیجئے گا۔

طالبِ دعا
شاہدِ ملک

یقین

(علامہ رشید ترابی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿فَسَبَّحَ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ. وَ اعْبُدْ

رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ.﴾ (سورہ جر، آیت ۹۸، ۹۹)

سورہ جرم کلام مجید کا پندرہواں سورہ ہے۔ یہ سورے کی آخری آیتیں ہیں اور آخری آیت کا آخری لفظ میرا موضوع ہے یعنی ”یقین“

عبادت کا کمال سجدہ ہے اور سجدہ اس طرح سے مسلسل رہے، اس طرح سے باخلوں رہے اور عبادت کی اس طرح سے روح بن جائے۔ ارشاد ہوتا ہے ”اتنی عبادت کر اپنے رب کی یہاں تک کہ تجھے یقین حاصل ہو جائے۔“

پھر ذہن میں رکھیے ”اپنے رب کے نام کی تسبیح کر، اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جا، اور اپنے رب کی اتنی اطاعت کر، اتنی عبادت کر کہ تجھے یقین آ جائے۔“

یقین کی منزل علم کا وہ کمال ہے جہاں غیب، شہود سے بدل جائے۔ جہاں غیب، غیب نہ رہے حضور بن جائے، اب اگر علم یہ مشاہدہ دنیا میں عطا کردے تو وہ یقین اور اگر موت اس مشاہدہ کو مہیا کرے تو وہ موت یقین ہے اس لیے تفسیر میں یقین کے دونوں معنی لیے گئے ہیں۔ کہ اتنی عبادت کر کہ علم مشاہدہ کی منزل پر آ جائے یا موت

آجائے۔ اس لیے کہ موت قفس کے دروازے کو کھول دیتی ہے روح کو آزاد کر دیتی ہے، ماورائے حباب اشیاء کو سامنے لاتی ہے اور انسان کو ہرشے سے آگاہ کر دیتی ہے جس سے وہ یہاں بے خبر تھا۔

اتنی عبادت کر یقین آجائے۔ یقین بڑی دولت ہے۔ یعنی اگر یقین کو سمجھنا ہو تو خدا کو سمجھو، کہ شک کیا ہے۔ عنوان کی اہمیت کا اندازہ آپ اس سے لگاسکتے ہیں کہ کتاب اللہ قانون ربیانی، کہ جو ہمارے لیے قیامت تک دستور حیات ہے وہ اس طرح سے شروع نہیں ہوتا ہے، کہ یہ رحمت کی کتاب ہے۔ یا یہ علم کی کتاب ہے یہ معرفت کی کتاب ہے۔ یہ حکمت کی کتاب ہے۔ بلکہ شروع کیا جاتا ہے اس کتاب کو اس طرح سے

﴿ذلِكَ الْكِتَبُ لَا رَيْبَ فِيهِ﴾

یہ وہ کتاب ہے جس میں شک نہیں ہے۔ رب نہیں ہے۔

آپ نے دیکھا اس کی اہمیت کو۔؟ اور عجیب بات یہ ہے کہ قرآن کا یہ دوسرا سورہ، سورہ بقرہ جو سورہ حمد کے بعد ہی شروع ہوتا ہے اس کا جواب تدائی حصہ ہے وہ صحاباً ایمان کی تعریف میں ہے۔ اس کے بعد کافروں کی تعریف ہے، اس کے بعد ان لوگوں کی تعریف ہے جو کبھی کفار کے پاس جاتے ہیں، کبھی مسلمانوں کے پاس جاتے ہیں اور چاہتے یہ ہیں کہ کبھی ان کی باتمی نہیں، کبھی ان کی باتمی نہیں۔ تنوع انسانی کی تقسیم کی گئی ہے آغاز قرآن میں۔ مگر جب مومنین کا تذکرہ کیا، اور کہا:

﴿ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ . الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَ يُقْنِيمُونَ الصَّلَاةَ وَ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ . وَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزَلَ إِلَيْكَ وَ مَا أُنْزَلَ مِنْ قَبْلِكَ . وَ بِالْأُخْرَةِ هُمْ يُؤْقِنُونَ .﴾

یہی لوگ ہیں جن کے لیے یہ کتاب ہدایت بن کر آئی ہے۔ جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں، نماز کا قیام ان کا فریضہ ہے اور پھر جو کچھ رزق ہم نے دیا ہے اس میں اتفاق کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں، جو کچھ تجھ پر نازل ہوا تجھ سے قبل ہم نے نازل کیا۔ اور اب آیت یہاں پر ختم ہوئی۔

﴿وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقَنُونَ﴾

انجام عمل پر، انجام کارپر، آخرت پر، نتیجہ پر، انتہا پر نظر، یقین ہے۔ اب آپ نے دیکھا کہ کلام رباني کا آغاز ہی یہ ہے کہ شک نہیں، اس کتاب پر، اور ایمان کا کمال یہ ہے کہ یقین کی منزل پر پہنچے تو سجدے کے بعد جو منزل حاصل ہوتی ہے۔ وہ بجز یقین کچھ نہیں۔ اب اس طرح سے آپ ملاحظہ فرمائیں گے تو قرآن کریم میں مختلف مقامات پر یقین سے گفتگو کی گئی ہے۔ کہیں یعنیں یقین پر گفتگو ہے۔ کسی مقام پر یہ بتالیا کہ کس طرح سے انسان منازل یقین کو طے کرتا ہے۔ مختصر سے وقت میں ایک ذرا سا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔ قرآن کو بیان سے ملا کر، قرآن نے ۲۸ مقامات پر یقین پر گفتگو کی ہے۔ اور اس طرح سے کلام معصوم نے جو صراحةً کی میں اس کو بھی پیش کرنا چاہتا ہوں۔

ارشاد فرماتے ہیں، سنو! وہ یہ ہے کہ: علم اور یقین یہ بڑی دولتیں ہیں۔ اور اس طرح کی دولتیں ہیں کہ **إِذَا عَلِمْتُمْ فَاعْمَلُوَا**۔ (اگر علم ہے تو عمل کرو) **وَإِذَا تَيَقَّنْتُمْ أَقْدِمُوَا**۔ (اگر یقین ہے تو اقدام کرو) یہ علم اور یقین کی منزل ہے۔

لَا تَجْعَلُوا عِلْمَكُمْ جَهَلًا وَ يَقِينَكُمْ شَكًا

خبردار! اپنے علم کو جہل سے نہ بدلو، اور اپنے یقین کو شک میں تبدیل نہ

کر دو، علم اپنی منزل پر رہے۔ علم کی ضد شک نہیں۔ علم کی ضد جہل ہے یقین کی ضد شک ہے، اور جہاں شک آجائے اور شک پر شک آئے اور مسلسل شک آئے تو پھر وہ بیماری ہے۔ دل کی بیماری ہے، روح کی بیماری ہے۔ جسم کی چھ حالتیں ہیں، جسم خوابیدہ ہے یا بیدار، جسم مردہ ہے یا زندہ جسم صحت مند ہے یا بیمار۔

بالکل اسی طرح روح کی چھ حالتیں ہیں:- روح کی زندگی علم ہے، روح کی موت جہل ہے، روح کے لیے نیند غفلت ہے، روح کے لیے بیداری انتباہ ہے تنبیہ کرتے جانا ہے کہ ہاں ہوشیار اور روح کی بیماری شک ہے، روح کی صحت یقین ہے۔ صحت روح یقین، اور جب انسان کو یہ دولت مل جاتی ہے تو روح اپنی صحت کے ساتھ قلب کی بیماریوں کو دور کر کے، اپنے آپ کو معرفت کی راہوں میں پاتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ایمان کے لیے لازم ہے کہ صبر و یقین، عدل و جہاد، یقین کی چار حالتیں۔ ایک **تَبَصَّرَةُ الْفِطْنَةِ**، یعنی زیر کی میں ڈبا ہوا، عقلمندی ہی عقلمندی ہو یقین کی پہلی حالت ہے۔ دوسری حالت **تَأْوِيلُ الْحِكْمَةِ**۔ جب عقلمندی میں ڈوب جائے تو حکمت کے موتی لائے۔ تیسرا حالت **الْعِبَرَةُ** کہ برابر دنیا کو دیکھتا جائے اور عبرت حاصل کرتا جائے۔ صاحب یقین عبرت حاصل کرتا جائے۔ چوتھے سدی ماضی میں جانے والوں پر نظر رہے کہ ان کے یقین کا کیا عالم ہے۔ اس لیے کہ ہمارا مستقبل ہمارے مااضی سے کتنا ہوانہیں ہے۔ مااضی سے کٹ کے جی نہیں سکتے ہیں۔ ہم اپنے یقین کو اسی یقین سے ملانا چاہتے ہیں۔

”اگر جاپ ہائے آسمانی میری آنکھوں کے سامنے سے ہٹا دیے جائیں۔ تو یقین کی منزل سے ہم ہیں گے ہی نہیں۔ جو یقین میرا اس وقت ہے اس سے آگے نہیں

بڑھے گا۔ تو یہ ہے ماضین کا تذکرہ۔“

بیٹے کو وصیت کی یعنی امام حسن علیہ السلام کو صفین سے واپسی پر وصیت نامہ لھا، اس میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ”بیٹا! اپنے دل کی زندگی چاہتے ہو تو ہمیشہ اس دل کو نصیحت کرتے رہو اور زہد کی باتیں سنا کرو۔ اسے گوشہ نشین رکھو۔ اس کو کسی ایک مقام پر سکون سے رہنے دو۔ دل کو نور حکمت دوا اور اس کو یقین سے قوت عطا کرو۔“

دیکھا آپ نے! دل کی قوت یقین ہے۔ روح کی صحیح یقین ہے۔ علم کا کمال یقین ہے۔ غیب کو شہود میں بدلنا یقین ہی سے ممکن ہے اور یہ اس طرح سے نہیں آتا کہ انسان فلسفیانہ افکار میں اپنے آپ کو بتلا کر کے یقین کو ڈھونڈے نہیں۔ یہ یقین آتا ہے کہ اپنے رب کی اتنی عبادت کر کہ یقین آجائے۔ اگر تھوڑی سی توجہ اور دی جائے اس بیان پر تو ارشاد ہوا:

”علم و معرفت اللہ کا مدار کچھ مسائل پر ہے۔ عارفوں کی باتیں عارفوں کی زندگی تین اصول پر قائم ہے۔ یا خوف پر، امید پر یا محبت پر۔“

عارفوں کی باتوں کی بنیادیں تین امور پر ہیں: یا خوف ہے یا امید ہے۔ یا محبت ہے۔ پھر ارشاد فرمایا، خوف نہیں پیدا ہوتا جب تک کہ علم نہ ہو۔ اس لیے قرآن نے کہہ دیا: ﴿اللہ سے ڈرنے والے وہی ہیں جو صاحبان علم ہیں﴾ خوف ضروری ہے انسان کے دل میں، مگر اللہ کے لیے یہ خوف ہو۔ اور خوف پیدا نہیں ہوتا جب تک علم نہ ہو۔ اور اس کے بعد ارشاد ہوا۔ ”امید بنتی کیسے ہے، اگر یقین نہ ہو تو کوئی امید نہ باندھے۔ جس کی ذات میں یقین ہوتا ہے اسی سے امید میں بھی وابستہ ہوتی ہیں، جس کی ذات پر یقین نہیں ہوتا اس سے امید میں وابستہ نہیں ہوتیں اس لیے کہ لازم ہے امید کا

طلب اور طلب کسی ایسے سے نہ ہو کہ جو خالی ہاتھ لوٹا دے اس مقام پر شاقب لکھنؤی مرحوم نے کہا تھا۔

دے صدائے دل مگر نقشِ قدم کو دیکھ کر
ایسے بھی در ہیں کبھی جن پر کوئی سائل نہ تھا

تو امید وہیں ہے کہ جہاں انسان اپنی طلب کے لیے آگئے بڑھے اور طلب اسی وقت ممکن ہے کہ جہاں انسان کو یقین آجائے کہ جس سے مانگ رہا ہوں اس میں صلاحیت بھی ہے۔

اس لیے فرمایا کہ ”اپنے رب کی عبادت کر، رب سے بڑھ کر کون ہے؟“
یہاں تک کہ تجھے یقین آجائے، تاکہ رجاء معبود حقیقی سے ہو۔ طلب اسی کی بارگاہ سے ہو، سو آپ نے دیکھا، یہ خوف ہے۔ یہ رجاء ہے کہ جہاں انسان اپنے آپ کو عارفین میں شامل کرتا ہے۔

تیری منزل، خوف فرع علم ہے، رجاء فرع یقین ہے، محبت فرع معرفت ہے۔ معرفت نہیں تو محبت نہیں۔ یقین نہیں تو امید نہیں، علم نہیں تو خوف خدا نہیں۔

تو یہ منزل ہے یقین کی کہ جہاں انسان اپنے آپ کو ایک ایسی راہ پر پاتا ہے کہ جہاں اگر یہ یقین مٹ جائے تو پھر سامنا ہے شک کا اور شک کی حالت یہ ہے کہ اس میں تماری ہے، تردد ہے، ہول ہے، فرار ہے۔ یہ چار پائیں۔

تماری یعنی بیکار، بے موقع، بے محل گفت و شنید۔ شک اگر ہے تو با تین ہی باتیں ہیں۔ دوسرا، اگر شک ہے تو ہر آن ہول ہے۔

دیکھیے! وہاں لفظ خوف، استعمال کیا، یہاں لفظ ہول استعمال کیا۔ خوف کچھ اور

ر ہے، ہول کچھ اور ہے۔ محبت کی منزل پر خوف ہے اور جہاں انسان اپنی جان کی حفاظت کے لیے دن رات پر بیشان ہو، وہ ہول ہے خوف نہیں۔ ہول سے تماری ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ تردد ہے۔ آگے بڑھوں، نہ بڑھوں۔ پچھے ہٹوں کہاں جاؤ؟ جہاں شک پیدا ہو، تردد پیدا ہوا۔ جہاں تردد آیا نتیجہ یہ کہ حق کی راہ میں آگے بڑھنا ممکن نہیں بجز فرار کے، جہاں فرار پاؤ تو سمجھو کہ یقین مٹ گیا۔ جہاں حق سے فرار ہے سمجھو کہ یقین نہیں ہے۔

آپ نے جب ان منازل کو طے کیا تو یقیناً آپ کو علم ہو چکا ہو گا کہ انبیاء کو اللہ نے یقین کی دولت عطا کی اور اس منزل پر جو قابل ذکر دولت ہے جس کو قرآن مجید نے بہت ہی خاص انداز میں بیان کیا ہے:

”هم نے ابراہیم کو زمین و آسمان کا ہولہ Hold بتایا، کنٹروں بتا دیا ارتباط بتا دیا، کائنات کا تعلق باہمی بتایا اور یہ بتایا کہ اس کا ارتباط و اقتدار کس کے ہاتھ میں ہے۔ فقط اس لیے کہ ابراہیم کے دل میں یقین پیدا ہو، نبی اولو العزم، شیخ الانبیاء، صاحب شریعت، خلعت و درع، نبوت و رسالت و امامت کی منزل پر فائز ہیں جن کے لیے خطاب ان کے لیے ارشاد ہوا:

”هم نے ابراہیم کو آسمان و زمین کے ملکوت ذکھار دیئے تاکہ وہ یقین کی منزل پر آجائے یہاں یقین موت نہیں ہے۔ بلکہ قلب ابراہیم میں وہ صحبت روح پیدا ہو جائے کہ اندازہ ہو سب کامال کتو وہی ہے۔

اب اگر نمرود یہ کہے کہ بہت بڑا مکان بناؤ، چار دنیواری بناؤ۔ اس میں آگ بھر دو، اس کو آگ میں ڈال دو۔ تو یقین ابراہیم منزل نہیں ہوتا جس کو یقین ہوتا ہے

وہی آگ میں جا کر محفوظ رہ سکتا ہے۔

نمرود نے حکم دیا۔ اس کو آگ میں ڈال دو۔

اور پھر یہاں یقین کا یہ عالم کہ جہاں یہ کہا گیا کہ حقیقت میں یقین جان خلیل آتش نہیں ہے کہ وہ روح خلیل ہے آگ میں بیٹھنے والا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ میں نے ملکوت سماءات والا رض کو دیکھا ہے۔

آگ اس نے جلانی ہے کنٹول اس کا ہے ہولڈ اس کا ہے آواز ادھر سے آتی ہے۔ تو یقین مثیل خلیل آتش نہیں ہے۔ اور یقین مثیل خلیل آتش نہیں، یقین اللہ مستقی، خود گز نہیں، ایک کیف ہے، ایک مستقی ہے، ایک سرور ہے یقین میں جس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ نے یہ دولت دی ہے۔

کن اے تہذیب حاضر کے گرفتار! ”غلامی سے ہے بدتر بے یقینی“

ظاہر ہے کہ وہ کون مسلمان ہے جس نے صحیح سے شام تک ایک آدھ مرتبہ کسی سے یہ نہ سنا ہوا اور جس کو یہ آواز نہ پہنچائی جاتی ہو۔ اقبال کی

۔ یقین حکم، عمل چیم، محبت فاتح عالم

”یقین حکم نہ ہو تو عمل کس کام کا، اسی منزل یقین پر جب ابراہیم کو وہ کمال عطا ہوا کہ آگ کی چلے اور ملکوت سماءات والا رض کو دیکھ کر اس کا یقین کر لیا تو کہا جبریل ہٹ جاؤ میرا خالق تم سے بہتر جانتا ہے کہ وہ کب میری مدد کرے۔

رب نے حکم دیا، اے آگ ٹھنڈی ہو جا سلامت رکھ ابراہیم کو۔ اب میں جا رہا ہوں اپنے رب کی طرف، اب وہی میری ہدایت کرے گا ابراہیم! تمہارا رب کہاں نہیں ہے؟

یہ تین منزلیں ہیں آپ کی معرفت طلب نگاہوں اور دلوں کے لیے یہ امور
مزید روشنی مہیا کرتے ہیں اِنْتِی ذَاهِبٌ میں جا رہا ہوں رب کی طرف۔ یعنی جہاں ہوں
وہیں ہوں۔ مگر سفر کمال انسانیت کی منازل طے کر رہا ہوں۔ خیر کمال بشر میں آگے بڑھ
رہا ہوں، اور وہیں ہوں مجھے حرکت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ قدم اٹھا کے رکھنا نہیں
ہے۔ بینھوا اور سفر کرو اپنی جگہ پر رہو اور ترقی کرو۔
پروردگار! تیری طرف آ رہا ہوں۔

اب ایک بیٹا آتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں یقین کا عالم ہے، یقین کی دولتیں
ہیں، ابراہیم ضعیف ہیں اور اولاد نہیں ہے۔ ابراہیم کی بیوی ضعیفہ ہیں اور اولاد نہیں ہے،
مگر جانتے ہیں یقین اس پر ہے پروردگار! مجھے ایک بیٹا عطا کر۔ ابراہیم! اللہ کی طرف
جانے میں اور بیٹے کے لیے دعا میں کیا ربط ہے؟ میں جا رہا ہوں اپنے رب کی طرف۔
مجھے بیٹا تو عطا کرتا کہ میرے یقین کا اور بھی امتحان ہو جائے۔ اب اس منزل پر رکتا
ہوں۔ امیر المؤمنین یقین کی تعریف فرماتے ہیں:

”اسلام تسلیم ہے، تسلیم یقین ہے، یقین نام ہے تصدیق کا، تصدیق اعتراف
ہے۔ اعتراف فرض کی بجا آوری ہے اور فرض کی بجا آوری کو عمل کہتے ہیں۔“
تو اسلام نہیں ہے کہ مگر تسلیم، تسلیم نہیں ہے مگر یقین اور جہاں یقین آیا۔
تصدیق کی۔ جہاں یقین نہیں آیا، تصدیق نہیں کی گئی۔

اس لیے کہا گیا ہے کہ عقل کو جو بہترین دولت دی گئی ہے وہ یقین کی دولت
ہے۔ یعنی اس کا کام یہ ہے کہ وہ یقین کے ساتھ یہ پہنچانے کہ اللہ پر سچ کون بول رہا ہے
اس کی تصدیق کرے اور اللہ پر جھوٹ کون بول رہا ہے؟ اور تکذیب کرے، تصدیق کو

تکذیب عقل کا کام ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ یقین ہو۔

احلام نہیں مگر یقین۔ صبح سے شام تک کوئی "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" ہزاروں مرتبہ کہہ جائے مگر یقین نہ ہوتا؟ اور صبح سے شام تک کوئی محمد رسول اللہ کہہ جائے اور اگر یقین نہ ہوتا کیا ہوگا۔ ایک مرتبہ کوئی یقین سے کہہ دے تو وہ ہزاروں مرتبہ کی بے یقینی کے عالم میں کہنے سے بہتر ہے۔

اس لیے ارشاد فرمایا جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے:

"عَمَلُ الْقَلِيلِ بِالْيَقِينِ خَيْرٌ مِّنْ كَثِيرِ الْعَقْلِ بِلَا يَقِينٍ"

یقین کے ساتھ عمل قلیل کا انجام دینا اس کی عمل سے کہیں بہتر ہے جو بے یقینی کے عالم میں کیا جائے۔

"عبادات کرنے کا شوق اگر بیک کے ساتھ ہے، بے یقینی کے ساتھ ہے تو اس سے یقین کے عالم میں سو جانا بہتر ہے۔"

بے یقینی کی عبادات نہ تو اللہ کو پسند ہے، نہ فرشتے اس عبادات کو قبول کر کے لے جاتے ہیں اور نہ انہیاً کو یہ عبادات پسند ہے ان کی امتیں کی جو بے یقینی میں عبادات کی گئی ہے، تسلیم یقین ہے تو مجھے ایک بیٹا عطا کرا!

بیٹا عطا ہوا اور جب یہ بچہ اپنے باپ کے ساتھ چلنے پھرنا کے قابل ہو گیا تو اس سے کہا۔ بیٹے میں دیکھ رہا ہوں خواب میں کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں، تمہاری کیا رائے؟ باپ نے خواب کا ذکر کیا بیٹے سے رائے پوچھی۔ باپ ہوتا یا ہو، اور بیٹا ہوتا ایسا ہو۔ یہ ابراہیم کے گھرانے کی دولت یقین کہ جہاں بیٹے نے بے اختیار فوراً کہا: بابا بجا لائے، جو حکم آپ کو ملا ہے۔

بیٹے نے نہیں کہا کہ آپ نے خواب دیکھا ہے۔ بینا خواب کو حکمِ الٰہی سمجھ رہا ہے۔ کہتا ہے کہ ”انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ آپ حکم تو بجالا میں۔“

باپ کے یقین کا یہ عالم کہ خواب کو حکمِ الٰہی جانے۔ اور بینا جس نے خواب نہیں دیکھا، باپ کی زبان سے سن رہا ہے، باپ پر اتنا یقین کہ میرا باپ غلطی نہیں کر سکتا۔ ذبح کی منزل پر آئے۔ وہ منزل تھی جب دونوں نے تسلیم کیا۔

”الْتَّشْلِيمُ هُوَ الْيَقِينُ“

ارشادِ الٰہی ہوا : ”ہم نے آواز دی۔ ابراہیم نے خواب کو سچا کر دکھایا۔ ہم نیکی کرنے والوں کو یہی صلح دیتے ہیں۔ یہ کھلا امتحان ہے، ہم نے اسے ذبح عظیم سے بدل دیا ہے اور ہم نے چھوڑ دیا اسے آخر زمانے کے لیے، سلام ہو ہمارا ابراہیم پر۔“

یہ یقین کی منزل ہے جہاں باپ خواب میں حکم پائے اور بینے کو ذبح کرنے پر آمادہ ہو جائے بینا انکار نہ کرے اور کہے، ہاں آپ عمل کیجئے اس گھرانے سے اگر محمد عربی اس یقین کی دولت کو آگے لے کر بڑھتے ہیں اور اگر اپنے چھوٹے نواسے سے یہ کہتے ہیں کہ ”میں تجھ سے ہوں“ تو مجھے اس لیے حیرانی نہیں کہ قرآن نے پہلے ہی کہہ دیا تھا: ”ابراہیم سے قرب رکھنے والا وہ ہے جو ابراہیم پر ایمان لائے۔“

یہ نبی پاچ ہزار برس کے بعد آتے ہیں اور ابراہیم کی متیت میں جاتے ہیں انسانوں میں سب سے زیادہ قریب ابراہیم سے وہ ہے جو ان پر ایمان لائے۔ یا یہ نبی اور یہ نبی کہتا ہے ”تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔“ دیکھا آپ نے یہ یقین نسل آیا اس گھرانے میں آیا۔ اب کیا

ڈھونڈتے کہ ایمان کہاں تھا، کہاں نہ تھا، اسلام کہاں تھا، کہاں نہ تھا؟
یہ گھر انہی قین کا گھر انہ، صدق و عدالت کا گھر انہ، اور اس گھرانے کی کیفیت
ہی یہ ہے کہ جہاں بے یقینوں کو یقین عطا ہو۔

اسی منزل پر بیقرار ہو کر اقبال نے ایک عجیب فیصلہ کیا
۔ آنکہ بخشد بے یقیناں رائیقین آنکہ لرزداز بحودا و زمیں
وہ انسان جو بے یقینوں کو یقین عطا کرتا ہے۔ یہ وہ انسان ہے جس کے بجھے
سے زمیں کا نپتی ہے۔

”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کی تلوار کے سامنے میں جس کا خون بہے تو اس کے خون کی
بوند سے آواز آئے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ وَهُصْنَى هے جو بے یقینوں کو یقین بخشتا ہے۔“
۲۸ رب جب کو مدینے سے نکلے، ۲۷ کا دن گذرنے کے بعد روضہ رسول پر
آئے، بڑے یقین سے آئے اور ایک مرتبہ روضہ رسول کو ہاتھ میں تھاما اور آسمان کی
طرف سراٹھا کر کہا:

”پروردگارا! یہ تیرے نبی محمد کی قبر ہے۔ میں تیرے نبی کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔
اب دیکھیے یقین کا عالم! الہی وہ وقت آگیا ہے جس کا تجوہ کو علم ہے۔“
یہ یقین ہی کی منزل ہے۔ اہن عباس نے حسین سے پوچھا:
مولا! کہاں جائیں گے؟ کہا: عراق جاؤں گا۔

کہا مولا! دشمن بہت ہیں پچ ساتھ ہیں۔ فرمایا: اہن عباس! حکم الہی یہی
ہے۔ عرض کیا: بہنوں کو تو چھوڑتے جائیے۔

ناگاہ کسی بی بی کا ہاتھ پر دھمکی پڑا تھا اور آواز آئی۔ اہن عباس! کیا تم بہن

کو بھائی سے جدا کرنا چاہتے ہو؟“؟

ابن عباس نے مناسب نہیں جانا۔

آپ نے تسلی دی۔ ”ابن عباس! میرے نانا کا حکم ہے۔“

اسماعیل اپنے پدر گرامی کا حکم لے رہے ہیں۔

حسین ابن علی کہتے ہیں نانا کا حکم ہے۔ اللہ نے بھی یہی چاہا ہے کہ تم اسکی راہ میں قتل ہو جاؤ۔ ”یقین کی منزل ہے۔“

منزلوں پر منزلیں طے کرتے ہوئے تیسری شعبان کو مکہ مغولیہ سے چلے، منزل صعلبیہ پر پہنچے۔ بیٹھے نے آ کر سلام کیا۔ اور عرض کیا: بابا! میں نے خواب دیکھا ہے کہ آپ کا بایاں ہاتھ کٹ گیا ہے، اور دایاں ہاتھ بھی کٹ گیا ہے، آپ کی کمرٹوٹ گئی ہے۔

کہا: سچ ہے۔ وہ قاسم ہیں جو قتل کئے جائیں گے۔ وہ عباس ہیں جو مارے جائیں گے، میرے اعزاء قتل کیے جائیں گے۔ میں کر بلا کی طرف جا رہا ہوں۔

آہستہ سے کہا: بابا! وہ آپ کا سیدھا ہاتھ کون ہے؟

حسین ابن علی تیزی سے کھڑے ہوئے علی اکبر کا ہاتھ تھاما، اور میدان کی طرف چلے اور کہا۔ ”علی اکبر! تمہاری ماں سن رہی ہے، بیٹا آہستہ بولو۔ وہ سیدھا ہاتھ تم ہو میرے لال۔“

یقین کی منزل۔ تو علی اکبر نے بر جستہ کہا: بابا! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟

ہم حق پر ہیں بیٹا! ”عرض کیا، جب ہم حق پر ہیں تو ہم کو موت سے ڈر کیا ہے؟“ وہ جس کو یقین کی منزل حاصل ہے، موت سے نہیں ڈرتا، اس کو تیر و سنان و خیز و شمشیر نہیں ڈراستے، اس کو لشکروں کا ہجوم خائف نہیں کرتا۔ اس طرح سے میدان کر بلا میں آئے۔ چوتھی (محرم) سے لشکر پر لشکر آنے لگے حسین کے خیمے دریا سے ہٹائے گئے،

ساتویں سے پانی بند ہوا، آٹھویں اور نویں کو حسین لشکروں کی کثرت کی وجہ سے گھبراتے چلے گئے۔ نویں حرم کو حسین ابن علی مخصوص ہو چکے تھے۔

اللہ! دسویں کا دن آیا قیامت کا دن تھا۔ ایک کے یقین نے 72 کے دلوں میں یقین پیدا کر دیا۔ اب سب یقین کے عالم میں آگے بڑھے، بھانجے گئے، بھتبھے گئے، اعزاء گئے، احباب گئے، اخھارہ برس کا لال گیا، بتیں برس کا بھائی گیا، اور اب میرے امام اکیلے رہ گئے۔ سر سے پاؤں تک زخمی تھے۔ خیرہ میں آئے سب کو خدا حافظ کہا۔ عابد بیمار کا بازو تھاما، سورہ حمد کی تلاوت کی۔ بیمار نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا بابا زخمی ہیں۔ پوچھا بابا! کیا چچا مارے گئے؟ کہا: بیٹا! سب مارے گئے۔

بیمار نے کہا، بابا مجھے اجازت دیجیے۔

کہا: ”نبیمیں بیٹا، نسلِ محمدؐ کو باقی رہنا ہے۔“ خدا حافظ کہہ کر چلے۔ جاتے جاتے بہن سے صرف اتنا کہا کہ عابدؐ کا خیال رکھنا، اور عابدؐ بیمار تم سب کا خیال رکھیں گے، مگر زیست بد دعا نہ کرنا۔ یہ کہہ کر ایک مرتبہ خیے کے قریب آئے گھوڑے کو آواز دی۔ کوئی سواری کالانے والا۔ گھوڑا چل کر آیا۔ بہن نے آگے بڑھ کر رکاب کو تھاما، حسینؐ گھوڑے پر آگے بڑھے، خیے سے آگے بڑھے مگر گھوڑے نے چلنے سے انکار کر دیا۔

پوچھا، تو گھوڑے نے گردن کو جھکایا۔ دیکھا تو گھوڑے کے پاؤں سے سکینہ لپٹی ہیں۔ اسی منزل پر بیٹی کو رخصت کیا۔ کہا سکینہ! نہ رو وہ بیٹی۔ شاید کہ میں پانی لا سکوں۔

سکینہ نے صرف اتنا کہا: ”چچا عباسؓ بھی یہی کہہ کر گئے تھے۔“

حسینؐ گئے کر بلا کے میدان میں شام ہوتی گئی۔ سکینہ دروازے پر کھڑی رہیں، بابا شائداب آئیں گے، اب آئیں گے!

ہائے کوئی بیٹی اس طرح سے منتظر نہ ہو۔ شام ہو گئی۔ بابا نہ آئے دوڑ کے پھوپھی کے پاس گئیں۔ پھوپھی اماں! میرے بابا نہیں آئے۔

کہا: ”بیٹا بابا نہیں آئے تو پھوپھی جاتی ہے۔ پھوپھی میدان میں آئیں

ہر طرف آواز دیتی چلیں، میرا بھائی کہاں ہے؟

ایک اشہ کے قریب پہنچ کر آواز آئی ادھر آؤ بہن ادھر آؤ۔

بھائی کو خدا حافظ کہا، بھائی نے کہا۔ جاؤ، اب خیسے میں جاؤ خیسے سے باہر نہ آتا۔ انہنا تھی ناس شہادتِ حسین، امتحان تھا ان! قتلِ حسین، اس کے بعد ضرورت کیا رہی تھی۔ لشکرِ شام نے کہا۔ ”دل تو ہمارا سیر ہو چکا، خیسے تو جل چکے، پچھے طماں پچھے، چادریں لٹ پھکیں، اب اتنی اجازت اور دیں کہ قوم عرب جس کو ذلیل کرتے ہیں اس کی لاش کو گھوڑوں سے روندتے ہیں، پامال کرتے ہیں۔

اجازت مل چکی، جڑ کا قبیلہ سامنے آیا، تکواریں کھینچ لیں، کہا ہمارا سردار امیرِ قوم تھا، بڑی ذلت کی بات ہے اگر اس کا لاشہ پامال ہو۔ ہم اس کی اجازت نہ دیں گے۔ کہا اچھا لے جاؤ۔ ایک ایک قبیلہ آتا تھا۔ ایک ایک کی لاش کو اٹھا کر لے جاتا تھا۔ ساری لاشیں اٹھ گئیں، مگر کون تھا، وارث اس لاشہ کو اٹھانے والا۔ کربلا کے میدان میں۔



سجدہ

(علامہ رشید ترابی)

﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ آتَنَّاهُمُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرَيْتِهِ آدَمَ وَ
مِنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِنْ ذُرَيْتِهِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِنْ
هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا إِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَنِ خَرُّوا سُجَّداً
وَبُكِّيَّاً﴾ (سورہ مریم: آیت ۵۸)

یہ سورہ مریم کی آیت ہے۔ اور ظاہری ترجمہ آیت کا یہ ہے۔

یہی وہ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا، انبیاء میں سے اولاد آدم میں سے اور
ان میں سے جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی پر) اٹھایا، اور ابراہیم و اسرائیل
(یعقوب) کی اولاد میں سے اور جن میں سے ہم نے ہدایت یافتہ بنائے اور منتخب کئے،
جب ان پر حُمَن کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو

﴿خَرُّوا سُجَّداً وَبُكِّيَّاً﴾

توروتے روتے سجدے میں گرپڑتے ہیں۔

انبیاء کا شعار سجدہ، انبیاء کا طریقہ سجدہ، اولیاء کی زندگی سجدہ۔ محبت کارا ز سجدہ،
معرفت کی تلاش سجدہ اور پھر اس تذکرے کے ساتھ کہ جن پر ہم نے اپنی نعمتوں کو نازل
کیا۔ انبیاء میں سے ان کا شعار ہی یہ ہے کہ حُمَن کی آیتوں ان پر پڑھی جاتی ہیں تو وہ

روتے روتے سجدے میں گرپڑتے ہیں۔

تقاضائے رحمانیت سجدہ۔ جہاں جو عمل والے ہوں کہ وہ اپنے خوان کرم سے فرعون کو بھی سرفراز کرے اور موئی^۱ کو بھی، ابراہیم کو بھی عطا کرے، نمرود کو بھی، اسی خوان کرم پر دوست اور دشمن پر درش پائیں اور اس ہی کی رحمتوں سے موحد اور مشرک استفادہ کریں تو وہ رحمن اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ”اے انسان اب تو سجدہ کر دئے“ یہ منزل ہے کہ جہاں میں مختصری توجہ کا طالب ہوں۔

قرآن مجید میں لفظ سجدہ چونٹھ مقامات پر آیا ہے۔ اگر آپ قرآن مجید کی تلاوت کے دوران مسلسل دیکھتے ہوئے جائیں تو ایک مقام پر آپ کو یہ ارشاد بھی ملے گا سورہ رعد میں کہ

﴿وَلِلّهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا
وَظَلَالَ اللّهُمَّ بِالْفُذُوقِ وَالْأَصَالِ﴾ (سورہ رعد: آیت ۱۵)

اسی کو سجدہ کرتے ہیں زمین و آسمان میں جو بھی ہے ”من“ ذوی العقول کے لیے ہے۔

﴿وَلِلّهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾

اور ان کے اظلال کے سائے فقط یہی نہیں کہ جہاں آفتاب کسی چیز کو اپنے سامنے حائل دیکھ کر سایہ ڈال دے ان کے اثرات جہاں تک جائیں ان کا نفوذ جہاں جہاں تک جائے ان کا ظل بننے کی جو جو کوشش کرے وہ سب کے سب سجدہ کرتے ہیں ان کے اظلال بھی سجدہ کرتے ہیں ان کے سائے بھی سجدہ کرتے ہیں۔

اس کے بعد سورہ نحل میں ارشاد ہوا:

﴿ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ ذَآبٰةٍ
وَالْمَلَائِكَةُ وَهُنَّ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴾ (سورہ جل: آیت ۲۹)

یہ ”ما“ غیر ذوی العقول کے لیے ہے۔ ”ہر وہ شے سجدہ کرتی ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو بھی زمین میں ہے وہ ذوی العقول ہو تو سجدہ کرے، غیر ذوی العقول ہو تو سجدہ کرے۔ کائنات کی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو سجدے کا انکار کرے۔ ایک ایک ذرہ مقام تجدید پر ہے:

﴿ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يَسْبِعُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقِهُونَ
تَسْبِيْخَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴾

(سورہ نبی اسرائیل: آیت ۳۳)

کوئی شے ایسی نہیں جو اپنے رب کی تسبیح نہ کرتی ہو، مگر یہی کہ تم اس کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے۔

مَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا لَهُ لِسَانٌ لِتَكُنَ التَّسْبِيْخُ
کوئی شے ایسی نہیں ہے جس کی زبان ملکوتی نہ ہو جس سے تسبیح و تقدیس و تبلیل
اور تجدید الہی نہ ہوتی ہو۔

ساری کائنات تسبیح کی منزل پر ہے اور پھر تسبیح و تقدیس کا کمال انتہائے بندگی،
کچھ منازل کے بعد پہلی منزل جہاں توجہ ایک طرف ہو، ریخ حیات ایک طرف ہو۔
﴿ لِكُلِّ وَجْهَةٍ هُوَ مُؤْلِنِهَا ﴾

ہر ایک کے لیے ایک ریخ حیات ہے وہی اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے آپ
کھڑے ہو گئے یہ قیام ہے۔

﴿وَجْهُكَ وَجْهُنِ الَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾

(الانعام: آیت ۷۹)

توجہات کو اپنے خالق کی طرف معطوف کر رہا ہوں، آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے کی طرف مبذول کر رہا ہوں، اور یقیناً میرا قیام اسی لیے ہے۔

یہ ایک صورت بندگی ہے اور پھر رکوع کہ جہاں یہ بھی پسند نہ ہوا کہ میں حالت قیام میں اپنی اناکو مناؤں، یہ قیام بھی نہیں، بلکہ رکوع ہے۔ اور اس کے بعد تیری منزل انہائی منزلِ عبادت ہے کہ جہاں نہ قیام پسند ہے نہ رکوع، اب سجدہ چاہیے، اب فانے ذات چاہیے۔ اب ہمیں اپنی بقا نہیں کسی اور کی بقا منظور ہے۔ سجدہ شرافت انسان، سجدہ کمال حیات انسان، اب دل تڑپے، تو سجدہ کرے نعمت ملے تو سجدہ کرے، ذرا سی کوئی اچھی بات ہو جائے تو سجدہ کرے۔ یہ سجدے کی حالت انسان کو کامران و کامیاب بنائے گی۔ نہ گھبراو سجدے سے، نہ بھاگو سجدے سے، منه نہ پھر و سجدے سے
حریم تیرا خودی غیر کی معاذ اللہ

دوبارہ زندہ نہ کر کار و باریلات و منات
وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات
اس طرح سے انسان ساری زندگی میں ان لمحات کی قدر کرے کہ جہاں دل
تڑپ کے یہ چاہے کہ چلو سجدہ کریں۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ وقت سجدہ آئے یہ ضروری
نہیں کہ وقت عبادت رہے۔ بھی ذرا سی نعمت ملی سجدہ، ذرا سی خطانظر آئی سجدہ، ذرا سی
خوشی معلوم ہوئی سجدہ نہیں ذرا سا غم آ گیا سجدہ، ذرا سا اندوہ پیدا ہو گیا سجدہ، غم و وہم میں
اور خوشی و مسرت میں سجدے کی عادت، یہ انبیاء کرام کا شعار ہے مگر اس کے ساتھ

﴿وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ رَبُّ الْعَالَمِينَ کیا چیز ہے؟

موسیٰ نے بتایا:

﴿رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ﴾

(سورہ شراء: آیت ۲۲)

اگر تم یقین کرو تو (سنو!) وہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔

فرعون نے اپنے دربار والوں سے کہا، سنتے ہو یہ کیا کہہ رہا ہے؟

بے اختیار فوراً مویٰ نے کہا:

﴿رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ﴾ (فرقان: آیت ۲۶)

جو تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے۔

اہل دربار نے کہا کہ یہ تو مجھوں ہو گیا ہے۔ مگر موسیٰ رکتے نہیں ہیں

﴿رَبُّ الْعَشْرِيقَ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ تَفْقِلُونَ﴾

(سورہ شراء: آیت ۲۸)

وہ مشرق کا بھی رب ہے اور مغرب کا بھی رب ہے اگر تم یقین کرو۔

اس نے کہا کہ ہم تم کو سزا دیں گے اور تجویز قرار پائی کہ جادو گروں کو بلا یا

جائے تاکہ وہ اپنے سحر سے مویٰ کو نکست دیں۔ جادو گر جمع ہوئے۔

﴿فَالْفَقِي مُوسَى عَصَاه﴾

پس موسیٰ نے اپنے عصا کو پھینک دیا۔

اور جیسے جیسے ان جادو گروں کی رسیاں سانپ بنتی جا رہی تھیں موسیٰ کا عصا ان

سب کو لگتا جا رہا تھا۔ اس کیفیت کو دیکھ کر:

﴿فَالْقَى السَّحْرَةُ سُجِّدِينَ﴾ (سورہ شراء: ۳۶)

پس جادوگر سجدے میں گر پڑے۔

اور بے اختیار کہا:

﴿أَمَّنَا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (سورہ شراء: ۳۷)

ہم عالمین کے رب پر ایمان لائے۔

کون عالمین کا رب؟ نسبت بھی چاہیے تھی۔ کہا:

﴿رَبُّ مُؤْسَىٰ وَهَرُونَ﴾ (سورہ شراء: ۳۸)

ہم موسیٰ و ہارون کے رب پر ایمان لائے۔

فرعون نے بگڑ کر کہا:

﴿أَمْنُتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ﴾ (سورہ شراء: آیت ۳۹)

تم میری اجازت کے بغیر ایمان لائے ہو۔

﴿لَا قِطْعَنَ أَيْدِيْكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِنْ خَلَافِ﴾

(سورہ شراء: آیت ۴۰)

یقیناً اب میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں مختلف سمتوں سے کانٹوں گا یعنی سیدھا

ہاتھ، بایاں پاؤں اور بایاں ہاتھ سیدھا پاؤں۔

﴿وَلَا وَصِلَبَنَنَكُمْ أَجْمَعِينَ﴾۔

اور تم سب کو صلیب (سوی) پر لٹکا دوں گا۔

چونکہ وہ سجدہ کر چکے تھے اور سجدے کی طاقت یہ تھی کہ بے اختیار کہنے لگے:

﴿ لَا ضَيْرَ إِنَّا إِلَى رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ ﴾ (سورة شراء: ٥٠)

اب ہم کو ڈر نہیں، ہم اپنے رب کی طرف منقلب ہونے والے ہیں۔

یہ سجدے کی طاقت تھی کہ جو پیشانی سجدے میں جھک پڑتی ہے وہ غیر حق سے اور غیر معبود سے پھر کسی منزل پر اپنی عاجزی یا اپنی تواضع کا اظہار نہیں کرتی، بلکہ اس میں ایک ایسی قوت آتی ہے جو فرعون کی ساری سزاوں کے اعلان کے بعد بھی اس کے جادو گر کرتے ہیں کہ ہم تو منقلب ہو گئے۔

سجدہ بدل دیتا ہے ہستی کو، سجدہ بدل دیتا ہے فطرت کو، سجدہ منقلب کر دیتا ہے، سجدہ انبیاء کے گروہ نے کیا، سجدہ اولیاء کے گروہ نے کیا، سجدہ انہوں نے کیا جنہوں نے رحمٰن کو مانا۔

پھر اس منزل پر پیغمبرؐ کو سورہ شراء میں حکم ہے کہ

﴿ وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّجِيمِ. الَّذِي يَرِي لَكَ حِينَ

تَقْوَمُ. وَ تَقْلِبَكَ فِي السَّجَدَيْنِ. ﴾ (سورة شراء: ٢١٩، ٢١٨، ٢١٧)

تو اپنے رب پر بھروسہ کر کہ جو تجھے قیام کی حالت میں دیکھتا ہے، جہاں بھی تو کھڑا ہوتا ہے، جب تو بدل بدل کر سجدہ کرنے لگتا ہے۔

اس کی تفسیر امام فخر الدین رازی نے کی کہ

﴿ تَقْلِبَكَ فِي السَّجَدَيْنِ. ﴾

کہ تو ساجدین میں کروٹیں لے رہا تھا۔

تو انہوں نے کہا کہ آبائے پیغمبرؐ ہیں یا اجداد پیغمبرؐ ہیں، جو سب کے سب سجدہ کرنے والے تھے۔ جو سب کے سب رحمٰن کو مانے والے تھے۔ جو سب کے سب رب

العالمین کو رب العالمین جانے والے تھے۔ پیغمبرؐ کے آباء و اجداد ساجدین میں تھے۔ اور وہ جن کو پیغمبرؐ نے ادب سکھلایا، ان کا یہ عالم ہے کہ جب قرآن نے ان کا تصدیق شروع کیا تو آواز دی:

﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾

(سورہ توبہ: ۱۱۱)

اللہ نے صاحبان ایمان سے ان کے نفسوں کو اور ان کے اموال کو خرید لیا ہے یہ کہہ کر ابدی نعمتیں (جنت) دیں گے۔

﴿يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ﴾

اللہ کی راہ میں قتل کرتے ہیں قال کرتے ہیں اور قتل ہو جاتے ہیں۔

﴿وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ﴾

یہ وعدہ حق ہے۔ تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں۔

﴿وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ﴾

اور اللہ سے بڑھ کر وعدہ پورا کرنیوالا کون ہے؟

﴿فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْنِ كُمُ الَّذِي بَأْيَغْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾

(سورہ توبہ: آیت ۱۱۱)

اور سنو! یہ تمہارے لیے فویظیم ہے اس سودے پر ناز کرو۔

کون ہیں قتل ہونے والے قتل کرنے والے نفوس کو بیخنے والے، یہ کون ہیں؟

﴿الْتَّائِبُونَ الْعَبْدُونَ الْحَمِيدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ الشَّاجِدُونَ﴾

یہ توبہ کرنے والے، یہ روزہ رکھنے والے، عبادت گزار، یہ حمد کرنے والے، یہ

﴿لَا تُطِعْهُ﴾ خبردار! اس کی اطاعت نہ کرنا۔

آخر کے دو لفظ (اس آیت کے) اگر میں پڑھتا ہوں تو سجدہ واجب ہو جائے گا۔ صرف اس کے ترجمے پر اکتفا کرتا ہوں۔ کہ: خبردار! اس کی اطاعت نہ کرنا، سجدہ کر کے مجھ سے تقرب حاصل کر (مجھ سے مل جا)۔

پیغمبرؐ کو وحی میں یہ نسخہ بتالیا۔ حسینؑ نے آخری سانس تک اس پر عمل کیا۔ یعنی اطاعت نہیں کریں گے، بلکہ تقرب کے لیے سجدہ ﴿کَلَا لَا تُطِعْهُ﴾ خبردار! اس کی اطاعت نہ کرنا، سجدہ کرنا اور قرب پالیں، اور اس شان سے کہ کوئی سجدہ کرنے والا، جہاں کائنات لرز جائے۔ ایسا سجدہ!

سجدے کی تیاری کے لیے قیام ختم ہوا، رکوع ختم ہوا، سجدے کی تیاری کے لیے کائنات کو چھوڑ رہا ہے۔ بیٹا نہیں، بھائی نہیں بھتیجے نہیں بھائی نہیں اب گھر نہیں اہل حرم نہیں، نہیں نہیں یہکہ میں بھی نہیں۔ اب میں اور میرا معبدو۔ یہ بھی سجدے کی منزل ہے۔ یہ سجدے کا مقام، کس شان سے سجدہ حسینؑ کو منظور ہے۔ کس شان سے سجدہ میرے آقا و مولا حسینؑ کو منظور ہے۔ یہ پیغمبرؐ کا نواسہ ہے۔ اس نے اپنے نانا کو بھی سجدے میں دیکھا ہے۔ بہت نزدیک سے دیکھا ہے کاندھے پر سوار ہو کر دیکھا ہے۔ حسینؑ کو معلوم ہے سجدے کا اخلاص، اور اخلاص بندگی کیا ہے، اس سجدے کی تیاری میں سب کچھ چھوڑ کر چلتے۔ اور آواز دی:

يَا زَيْنَبْ يَا أُمَّ كُلُّ ثُومٍ يَا رُقَيْةً يَا سَكِينَةً عَلَيْكُنْ مِنِّي السَّلَامُ!

تم سب پر میرا اسلام سب کو رخصت کیا، سوار ہوئے، مقتل میں آئے۔ ہائے وہ دسویں محرم کی نمازِ عصر۔ نمازِ ظہر کا وقت ختم ہو چکا، عصر کی تیاری ہے۔ حسینؑ آخری سجدے کے لیے بے چین ہیں کچھ دیر تو حملہ کیا، خوب لڑے فاتح خیر کا لال تھا، کیسے نہ لڑتا۔ ایک مرتبہ لاش پر نظر آئی کہا تم نے نہ دیکھی جگ پدر، اے پدر کی جا!

اس کے بعد توارکوروک لیا۔ زخمی ہوتے چلے گئے۔ ذوالجناح کی گردن میں
ہاتھ ڈالدیئے کربلا کے میدان میں کون میں کرے، کون فریاد کرے۔ محمدؐ کی بیٹی چینتی
ہوئی کہہ رہی تھا کہ: زینب نکل! کبھی کہہ رہی تھی کہ

جنگل سے آئی فاطمہ زہرا کی یہ صدا

امت نے مجھ کو نلوٹ لیا وہ محمدؐ

اس وقت کون حق رفاقت کرے ادا

ہے ہے یہ ظلم اور دو عالم کا مقضا

انیس سو ہیں زخم تین چاک چاک پر

زینب نکل! حسین ترپتا ہے خاک پر

اے ارض کربلا میرا بچہ ہے بے گناہ

اے دشت نینوا میرا بچہ ہے بے گناہ

اے نہر علقمہ! میرا بچہ ہے بے گناہ

اے دہر بے وفا میرا بچہ ہے بے گناہ

گھیرا ہے ظالموں نے میرے نور عین کو

اے ذوالفقار! تجھ سے میں لوں گی حسین کو

حسین ابن علی پشت ذوالجناح پر جھک رہے تھے۔ دو ہاتھ کا نپتے ہوئے نکلے

زمیں سے۔ ایسے میں حسین ابن علی زمین پر آئے۔ اور آتے ہی وعدہ طفیلی یاد آیا۔ انبیاء

کی سیرت تھی۔ وہ وارث محمدؐ تھے، وہ وارث علی تھے۔ گرتے ہی سجدہ کیا۔ یہی سجدہ ہے کہ

جاتی ریت پر پیشانی کو رکھ کر آواز دی

رِضَا بِقَضَائِهِ وَتَسْلِيْمًا لِّاَمْرِهِ.

میں تیری قضا پر راضی ہوں اور تیرے امر کو تسلیم کرتا ہوں۔

وَصَبَرًا عَلَى بَلَائِكَ. اور تیرے امتحان پر صبر کرتا ہوں۔

لَا مَغْبُودٌ سِوَاكَ۔ تیرے سوا کوئی مجبود نہیں ہے۔

يَا غِيَّاكَ الْمُسْتَغْيَيْنَ!

اور آخر میں سجدے میں ایک دعا کی اور عجیب دعا کی: پروردگار! میں نے اپنے وعدے کو پورا کیا۔ اب تو اپنے وعدے کو پورا کر۔

سجدہ ختم ہوا۔ سرنہیں اٹھایا گیا۔ کربلا کے میدان میں شام ہوئی، ہائے شام غریباں! ایسے موقع پر بہن بھی آئیں، بھائی کو سلام کیا۔ رخصت ہو گئیں، مگر سکینہ کہہ چکی تھیں کہ میں رات کو قتل میں چلی آؤں گی بابا۔

جب خیمے جل چکے تو زینب نے بچوں کو گناہ شروع کیا۔ تو دیکھا کہ سکینہ نہیں ہے۔ ایک مرتبہ جلتے ہوئے خیموں میں ڈھونڈتی رہی۔ عابد بیمار سے پوچھا، ام کلثوم سے پوچھا، ایک ایک بیلبی سے پوچھا، سکینہ تو نہیں ہے؟

کسی نے جواب نہیں دیا، ہر طرف آواز دی۔ ہر طرف ڈھونڈتے ہوئے پھریں۔ جب کہیں سے کوئی جواب نہ آیا، تو دریا کی طرف گئیں، آواز دی۔ عباش! سکینہ نہیں ہے۔

کوئی جواب نہیں آیا۔ جلدی جلدی قتل گاہ میں آئیں، کہا بھائی! کیا سکینہ یہاں آئی ہے؟ آواز آئی، زینب آہستہ بولو سکینہ! بھی بھی سوتی ہے۔ سکینہ سینے پر سور ہی ہے۔ زینب نے جا کر سکینہ کا باز و تھاما اور کہا۔ انھوں نے اس طرح سے راتوں کو کوئی گھر چھوڑ کر نہیں جاتا۔ کہا پھوپھی اماں! میرے بابا بھی تو اکیلے سور ہے ہیں ان کو تہاں نہیں چھوڑوں گی۔

الْأَلْفَنَةُ اللِّهُ عَلَى الظَّالِمِينَ۔



دُعا

(علامہ نصیر الاجتہادی)

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيبٌ أَجِيبُ دُعَوَةَ الدَّاعِ
إِذَا دَعَانِ فَلَيَسْتَجِيبُوا إِلَيْنِيْ وَلَيُؤْمِنُوا بِيْ لَعَلَهُمْ يَرْشُدُونَ﴾
(سورہ بقرہ: آیت ۱۸۶)

اے میرے حبیب! جب تمھے سوال کرتے ہیں میرے بارے میں تو ان سے کہہ دو کہ میں تمہارے قریب ہوں۔ ہر سوال کرنے والے کے سوال کو سنتا ہوں۔ ہر مناجات کرنے والے کی مناجات کو سنتا ہوں۔ ہر دُعا مانگنے والے کی دُعا کو سنتا ہوں۔ ایک اور مقام پر خداوند تعالیٰ ارشاد فرم رہا ہے:

﴿أَذْعُونُنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾

مجھے پکارو میں تمہاری دُعاؤں کو سنتا ہوں۔

جب میرا بندہ مجھے پکارتا ہے تو میں سات مرتبہ اسے جواب دیتا ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ جب فرعون نے پکارا یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت موسیٰ نے کہا تھا فرعون کو کہ تو تین دن کے اندر اندر تباہ ہو جائے گا۔ اسے یقین تھا کہ موسیٰ نبی ہے۔ محض ہے۔ ہادی بحق ہے۔ حق کہہ رہا ہے۔ آدمی رات کو اٹھ کے کہہ رہا ہے۔ پالنے والے خدا تو ہی ہے۔ تو خدا نے فرعون کی سن لی اور فرعون کو کچھ نہ ہوا۔ موسیٰ ہے۔

بارگاہ خداوندی میں عرض کرتا ہے۔ بارالہبا! یہ کیا ہوا؟ فرعون نجع گیا۔ فرمایا موسیٰ وہ میرا
بندہ ہونا بھول گیا تھا۔ میں اس کا خدا ہونا تو نہیں بھولا۔ (نعرہ حیدری)

لہذا حکم ہے کہ دعا اسی سے کرو۔ وہ سنتا ہے۔ اسی لیے تو مقصوم نے فرمایا:
الدُّعَاءُ أَنْفَدُ مِنَ السِّنَانِ الْخَدِيدِ۔

دعالو ہے سے بھی زیادہ بخت ہے۔ اور دوسرا ہے ہادی ارشاد فرماتے ہیں:
عَلَيْكُمْ بِسْلَاحِ الْمُؤْمِنِ قِيلَ وَمَا سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ قَالَ الدُّعَاءُ۔
تم کیوں نہیں مومنوں کے ہتھیار سے مسلح ہوتے۔ کہا وہ مومنوں کے ہتھیار کیا
ہیں۔ قال: الدُّعَاءُ کہا وہ دعا ہے۔

الدُّعَاءُ مُنْعَلِّمُ الْعِبَادَةِ الدُّعَاءُ مُنْعَلِّمُ الشَّرِيعَةِ دُعَا مغز عبادت ہے۔ دُعَا مغز
شریعت ہے۔ امام موسیٰ کاظمؑ ارشاد فرماتے ہیں۔ جتنا دروازہ زیادہ کھلکھلاو گے اتنا جلدی
کھلے گا۔ بارالہبا! ہم فقیر ہیں۔ تو امیر ہے۔ ہم سر اپانیاز ہیں۔ تو بے نیاز ہے۔ ہم کشکولی گدا
تو دستِ عطا۔ فیض توفیق سے ہمارے جام چھلتے رہیں۔ رحمت کے دروازے کھلتے رہیں۔
نسیمِ کرم کے قافے چلتے رہیں۔ ول کے غنچے کھلتے رہیں۔

يَا دَايِعَ النِّعَمِ يَا ذَا الْجُودِ وَالْكَرَمِ۔ ہر قطرے سے پوچھو یہی التجا ہے۔
جس ذرے کو چیر و یہی صدائے۔ جس بھول کو توڑو یہی ندا ہے۔ جس ستارے سے پوچھو یہی
مدعی ہے۔ ریت کے ذرے سے لیکر صحرائے۔ قطرے سے لیکر دریائے، بھول سے لے کر
گلستان تک۔ ستارے سے لیکر کہکشاں تک۔ مکان سے لے کر لامکاں تک۔ جس جس
شے کو وجود و شہود ملا ہے وہ ہر آن بارگاہ خداوندی میں دعا کر رہی ہے۔ (نعرہ حیدری)
اور یہ دعا ہر آن حضور الٰہی پر جاری ہے۔ اسی لیے تو عالم پر فیض باری ہے۔ ہر

چیز اسی سے مانگ رہی ہے۔ طلب کر رہی ہے۔ ہیکل برکسلان، رومنی اور این رشد چاہے وقت کی تعریف کچھ کریں۔ لیکن میں وقت کی تعریف یوں کرتا ہوں کہ وقت صرف دوہی ہیں۔ ایک وہ ہے جو تکمیل دعا کے اضطرار میں گذر رہا ہے اور دوسرا وہ ہے جو تکمیل دعا کے انتظار میں گذر رہا ہے۔ (نورہ حیدری)

مومن اور موحد کی بھی قید نہیں۔ کافروں شرک بھی اسی سے مانگ رہا ہے۔ دل انکار کر رہا ہے۔ مگر دھر کن کہہ رہی ہے کہ وہڑ کتار ہے۔ زبان منکر ہے مگر جہشِ زبان خود دعا ہے کہ چلتی رہے۔ دولت قائم رہے۔ یہ خواہش اب کس سے ہے۔ اگر اپنی ذات سے ہے تو تکمیل دعا میں دیر کیوں ہو رہی ہے۔ اگر غیر سے ہے تو پھر غور کرو کہ وہ غیر کون ہے۔ تو قرآن پکار کر کہے گا:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتُهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّفَسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَإِنِّي يُؤْفَكُونَ. اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (سورہ عکبوت: آیت ۶۱)

اے میرے حبیب! اگران سے پوچھو کہ زمین و آسمان کو خلق کرنے والا کون ہے تو کہیں گے (یہ کافر لوگ) کہ اللہ ہے۔ تو پھر کہا بھٹک رہے ہو۔ ہر شے اسی سے مانگ رہی ہے۔ مومن و موحد کی بھی قید نہیں ہے۔ کافروں شرک بھی اسی سے مانگ رہا ہے۔ مدغی وہی ہے۔ فقط مرکزی وحدت تھا۔ مانگتے سب اللہ سے ہیں۔ بتوں سے کوئی نہیں مانگتا۔ معلوم ہوا کہ کچھ خود ساختہ و سیلوں سے مانگتے ہیں اور کچھ خدا ساختہ و سیلوں سے مانگتے ہیں۔ (نورہ حیدری)

رب ایک ہی ہے۔ مگر جلوہ رب میں اختلاف ہو گیا۔ کسی نے اس کوشش میں

دیکھا۔ کسی نے لیل و نہار میں دیکھا۔ کسی نے شجر میں دیکھا۔ کسی نے ججر میں دیکھا۔ کسی نے قمر میں دیکھا۔ کسی نے قیوس میں دیکھا۔ کسی نے مہاتمابدہ کے مجسمے میں دیکھا۔ کسی نے برهمن کی لکشی دیوی میں دیکھا۔ کسی نے صنم میں دیکھا۔ کسی نے مریمؑ میں دیکھا۔ کسی نے منزل میں پکارا۔ کسی نے مندر میں پکارا۔ کسی نے کیسا میں پکارا، کسی نے صومعہ میں پکارا، کسی نے آتش کدے میں پکارا، کسی نے ڈیر میں پکارا، کسی نے نماز میں پکارا، کسی نے حرم میں پکارا، کسی نے جلدی میں پکارا، کسی نے دیر سے پکارا، کسی نے بڑھاپے میں پکارا، کسی نے پیدا ہوتے ہی پکارا،

مسلم نے ہوش آتے ہی پکارا۔ کافرنے رو دنیل میں بے ہوش ہوتے ہی پکارا، فرعون کا آخری وقت ہے۔ یہ وہی جو کہتا تھا: **آنا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى**.

میں تمہارا سب سے بڑا خدا ہوں۔ وہاں دستِ جلیل تھا۔ جہاں کہتا تھا:

آنا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى.

یہ رو دنیل ہے جہاں کہہ رہا ہے بچا لے خدا یا۔ حکمتِ الہیہ دیکھ لی آپ نے۔ پالنے والے جب اس نے اپنے آپ کو آنا رَبُّکُمُ الْأَعْلَى کہا تھا۔ تو بھلی گرا کر خاکستر کر دیتا۔ پالنے والے ضربِ کلیم سے دمکڑے کر دیتا۔ فرمایا نہیں! میرا جلال اس انتظار میں تھا کہ جس منہ سے اس نے اپنے آپ کو خدا کہا تھا اسی منہ سے میں اپنے آپ کو خدا پکار دا کے رہوں گا۔ یہ تو تھی حکمتِ الہیہ۔ اب سنتِ الہیہ دیکھو تو اصلی خدا کا اور نعلیٰ خدا کا فرق محسوس ہو کے جب نعلیٰ خدا پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اصلی کے پاس جا کر کہتا ہے بچا لے میں مر گیا۔

(نعرہ حیدری)

اٹالن منکر خدا تھا۔ اللہ کو نہیں مانتا تھا۔ لیکن جب جمن نے اٹالن کے رذار

پر حملہ کیا تو انہوں نے کہا کہ مسجدوں میں کہہ دو کہ دعائیں کی جائیں۔ کلیساوں میں کہہ دو کہ گھنٹے بجائے جائیں۔ تو قرآن نے سچ کہا ہے کہ:

﴿وَإِذَا مَسَّ الْأَنْسَاءَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرًّا كَانَ لَمْ يَذْعُنَا إِلَى ضُرِّ مَسَّهُ كَذَلِكَ زَيَّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَغْلَمُونَ﴾

(سورہ یونس: ۱۲)

جب انسان پر کوئی مصیبت آتی ہے۔ تو وہ ہم ہی کو پکارتا ہے اور جب ہم اس کی تکلیف کو دور کر دیتے ہیں۔ تو وہ یوں زیخ پھیر کر چلتا ہے۔ کہ گویا اس نے ہمیں کبھی پکارا ہی نہیں۔ وہ فرعون ہو کہ نہ رود۔ کافر ہو کہ شیطان مردود، ہر ایک اسی سے مانگ رہا ہے۔ ذرا دیکھئے شیطان سرکشی کر رہا ہے۔ سرتاہی کر رہا ہے۔ سجدہ نہیں کروں گا۔ تیرے دین کی ایسٹ سے ایسٹ بجادوں گا۔ تیرے را حق پر روگ بن کے کھڑا ہو جاؤں گا۔ لیکن سوال تجھ سے کر رہا ہوں

﴿فَانظُرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبَعْثُرُونَ﴾ شیطان جانتا ہے کہ دینے والا گون ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ جس سے مانگ رہا ہے وہ ظرف کریم رکھتا ہے۔

﴿إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ﴾ جاؤ ہم نے تمہیں قیامت تک مہلت دی۔ خدا دشمن کو دیتا ہے۔ پروردگار دشمن از لی کو دیتا ہے اور جانتا ہے کہ جب تک جیئے گا مگر اسی پھیلائے گا۔ تو جواب ملے گا۔ ہاں ہم یہ اس کے پچھلے سجدوں کا قرض ادا کر رہے ہیں۔ ہم نے اس سے سرمایہ بندگی لے لیا۔ سرمایہ زندگی دے دیا۔ ہم دوستوں کو بھی دیتے ہیں۔ دشمنوں کو بھی دیتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ دوستوں کے ہاتھوں کو اٹھا کے دیتے ہیں۔ دشمنوں کو محفل سے اٹھا کے دیتے ہیں۔

ذعافطرت انسانی ہے۔ خواہ مشرک ہو۔ خواہ کافر ہو۔ خواہ موحد ہو۔ خواہ بُت پرست ہو۔ خواہ بُت شکن ہو۔ خواہ دویرجری کا افریکن ہو۔ خواہ عصرِ مشکی کا امریکن ہو۔ خواہ جرمی ہو۔ خواہ مدنی ہو۔ خواہ طوی ہو۔ خواہ روی ہو۔ ذعا پر ہر ایک پابند ہے۔ دعا پر ہر ایک مجبور ہے۔ بقول پروفیسر ویلم جین کے کہ سائنس لکھنے ہی ہاتھ پاؤں کیوں نہ مارے جب تک یہ کائنات قائم ہے۔ دعا کا سلسلہ قائم و دائم رہے گا۔ ارے یہ پچاس 50 سال پرانی بات تھی۔ اب ذاکٹر چارلس مشہور سائنسدان کہتے ہیں کہ ہم اپنی لیبارٹریز میں دعا کو لے کر جائیں گے۔ تاکہ اس سے قوت حاصل کریں۔ انرجی حاصل کریں اور ذاکٹر نوبل تو یہاں تک کہتے ہیں۔ کہ اگر تم دنیا میں امن چاہتے ہو تو نہ ایتم بہبود کے براق سے ملے گا نہ بر قی اسلحوں کی بہتاں سے ملے گا۔ بلکہ پرسوز دعاؤں کے اثر سے ملے گا۔ جو دلوں کے اعماق سے نکلتی ہیں کہ جو بتاتی ہیں کہ ہم امن چاہتے ہیں۔ دعا جو ہے وہ خطیب امن ہے۔ نصیب امن ہے۔ پس جو دعا کرتے ہیں سمجھ لودہ با امن ہیں۔ مقصدِ شریعت بھی اور مقصدِ احکام الٰہی بھی دعا ہے۔ اسی لیے تو حضور کی حدیث ہے کہ

الذَّاغَاءُ مُنْهُ الْعِبَادَةُ، الْذَّاغَاءُ مُنْهُ الشَّرِيْقَةُ.

دعا مغفر عبادت ہے۔ دعا مغفر شریعت ہے۔

جنہے ہی فروع دین ہیں وہ سب ذعا کے مظہر ہیں۔ یہی دعا کبھی رکوع و وجود، قیام و قعود کی شکل نماز ظاہر ہوتا ہے اور یہی جذبہ دعا کبھی مبطلات سے منہ پھیر کر رحمت حق کو گھیر کر شکل صوم ظاہر ہوتا ہے۔ اور کبھی یہی جذبہ ذعا کی مردمی و صفائط طواف خانہ کعبہ بصورت حج ظاہر ہوتا ہے۔ اور کبھی یہی جذبہ ذعا مالِ مملوک میں سے ایک حصہ خاص جدا کر کے دینا بصورتِ زکوٰۃ ظاہر ہوتا ہے۔ اور کبھی یہی جذبہ ذعا مقتل میں

کو د کر قلب و جگر کو ششیر و خجر پر رکھ کر بصورت چہار ظاہر ہوتا ہے۔

اسی لیے تو انبیائے کرام کا محور دعا رہا۔ انبیائے کرام کی زندگی کے دو ہی جزو ہیں۔ یا دُعَا إِلَى الْحَقِّ یا دُغْوَةً إِلَى الدُّعَاء۔ دو ہی محور ہیں۔ یاددا کر رہے ہیں یا حق کی طرف بدار ہے ہیں۔ انبیائے کرام اسے بتالیا کہ پروردگار کو کس طرح سے پکارو۔ کش لہجہ میں پکارو۔ کبھی کبھی پکارو یا ہر گھری پکارو۔

﴿رَبَّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكُفَّارِيْنَ ذِيَارًا﴾

پروردگار! از میں پر کوئی بھی کافر رہنے نہ پائے۔

حضرت ابراہیم نے پکارا :

﴿رَبَّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَ أَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ﴾

پروردگار! مجھے تنہانہ چھوڑنا۔ تو بہترین وارث ہے۔

حضرت ابراہیم نے پکارا :

﴿رَبَّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَ الْحُقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ﴾

پروردگار! مجھے حکم عطا کرو اور مجھے صالحین میں داخل کر۔

حضرت ایوب نے پکارا :

﴿أَنَّى مَسْنَى الْفُرْثَ وَ أَنْتَ أَرْخُمُ الرِّحْمَيْنَ﴾

پروردگار! میں یمار ہوں صحت عطا فرم۔

حضرت زکریا نے پکارا :

﴿رَبَّ هَبْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ ذُرِيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاء﴾

پروردگار! پاک و پاکیزہ اولاد عطا کر۔ تو ہی دعا کا سننے والا ہے۔

پھر حضرت ابراہیم نے پکارا :

﴿رَبَّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرَيْقَى﴾

پور دگار! مجھے اور میری اولاد کو نماز کا پابند بنادے۔

حضرت یوسف نے پکارا :

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَنَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾

پور دگار! قصور وار ہوں۔ پاک و پاکیزہ تو تیری ذات ہے۔

حضرت آدم نے پکارا :

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِنَّ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا

لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَسِيرِينَ﴾

پور دگار! ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔ اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم

پر رحم نہ کیا تو ہم خاسرین میں سے ہو جائیں گے۔

حضرت موسیٰ نے پکارا :

﴿رَبَّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَأَخْلُلْ

غُصَّدَةً مِنْ لِسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي﴾

پور دگار! میرے سینے کو کشادہ کر دے اور میرا کام میرے لیے آسان

کر دے۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں۔

حضرت عیسیٰ نے پکارا :

﴿اللَّهُمَّ أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَا إِنَّا مِنْ السَّمَاءِ﴾

پور دگار! آسان سے دستِ خوان نعمت عطا فرم۔

حضرت محمدؐ نے پکارا :

﴿رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾

پروردگار! میرے علم میں اضافہ فرم۔

اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے پکارا :

﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمَ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلَ. رَبَّنَا تَقَبَّلَ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ. رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرْنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَابُ الرَّحِيمُ﴾
(بقرہ: آیت ۱۲۸)

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتَلَوَّا عَلَيْهِمْ أَيْتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ.﴾

جب خانہ کعبہ کی دیواریں بنار ہے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ تو یہ دعا کرتے ہیں۔ پروردگار ہماری یہ دعا قبول فرما ہماری یہ محنت قبول فرم۔ پروردگار تجھ سے اجرت نہیں مانگتے ان دیواروں کے بنانے کی۔ کیونکہ یہ دیوار جو ہے کسی در کے لیے بن رہی ہے۔

(نعرہ حیدری)

پروردگار! کچھ اجرت نہیں چاہتا۔ صرف یہ چاہتا ہوں کہ ایک ذریت مسلمہ ہر دور میں میرے خاندان میں ہو۔ جو مسلمان ہو۔ تو معلوم ہوا۔ پورا سلسلہ جو ہے۔ ابراہیم سے لے کر بتیغیر اسلام تک اس میں کوئی غیر مسلم نہیں۔ حضور کے خاندان کا ہر فرد مسلم ہے۔ صرف ابراہیمؑ تک ہی نہیں۔ بلکہ آدمؑ سے لے کر خاتم النبین حضرت محمدؐ تک کے آباء اجداد میں سے کوئی غیر مسلم نہیں ہے۔ پوری توجہ یہ میرا نقطہ خاص ہے۔

کوئی بھی غیر مسلم نہیں۔ یہ اسلام کا پرچم آدم نے شیعیت کو دیا۔ شیعیت نے انوش کو دیا۔ انوش نے قبیان کو دیا۔ قبیان نے ماعلیٰ کو دیا۔ ماعلیٰ نے البارد کو دیا۔ البارد نے اخنوخ کو دیا۔ اخنوخ نے متلوح کو دیا۔ متلوح نے مالک کو دیا۔ مالک نے نوح کو دیا۔ نوح نے سام کو دیا۔ سام نے ارفخشید کو دیا۔ ارفخشید نے ہود کو دیا۔ ہود نے صالح کو دیا۔ صالح نے عاد کو دیا۔ عاد نے فالغ کو دیا۔ فالغ نے ارغون کو دیا۔ تارخ نے ابراہیم کو دیا۔ ابراہیم نے اسماعیل کو دیا۔ اسماعیل نے قیدار کو دیا۔ قیدار نے حمل کو دیا۔ حمل نے نبت کو دیا۔ نبت نے سلاماں کو دیا۔ سلاماں نے یسوع کو دیا۔ یسوع نے اودین کو دیا۔ اودین نے اون کو دیا۔ ادن نے عدنان کو دیا۔ عدنان نے معد کو دیا۔ معد نے نزار کو دیا۔ نزار نے مضر کو دیا۔ مضر نے الیاس کو دیا۔ الیاس نے مدرکہ کو دیا۔ مدرکہ نے حزیمہ کو دیا۔ حزیمہ نے کنانہ کو دیا۔ کنانہ نے قریش کو دیا۔ فہرین نے غالب کو دیا۔ غالب نے لوی کو دیا۔ لوی نے کعب کو دیا۔ کعب نے مرہ کو دیا۔ مرہ نے حلاج کو دیا۔ حلاج نے زید کو دیا۔ زید نے عبد مناف کو دیا۔ عبد مناف نے ہاشم کو دیا۔ ہاشم نے او شہۂ الحمد یعنی عبد المطلب کو دیا۔ عبد المطلب سے اس نور الہیہ کے دو حصے ہوئے۔ ایک حصہ جناب عبد اللہ والدر رسول اللہ کی پشت میں اور ایک حصہ جناب عمران والد کل ایمان کی پشت میں آیا۔ (نصرۃ حیدری)

ابراہیم کی دوسری دعا یہ ہے:

﴿رَبَّنَا وَ أَبْعَثْتَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتَلَوَّا عَلَيْهِمْ
أَيْتَكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُرَزِّكُهُمْ إِنَّكَ
آنَّكَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ.﴾

پروردگار! تو ایک رسول مبعوث فرم۔ جو کتاب و حکمت کی تعلیم دے ان پر آیات

کی تلاوت کرے اور ان کے نفوس کو پاک کرے اور تو بڑا غالب اور حکمت والا ہے۔

ابراهیم چار ہزار سال پہلے دعا کر رہے ہیں اور رسول چار ہزار سال بعد آرہا ہے۔ چار ہزار سال پہلے رسالت کی دعا ہو رہی ہے۔ اور چار ہزار سال بعد رسول آرم ہے۔ سامعین محترم غور کرو۔ اگر رسالت کا انتظار چار ہزار سال تک ہو سکتا ہے۔ تو پھر امامت کا انتظار کیوں نہیں ہو سکتا؟ (نفرہ حیدری)

اب جو الفاظ دعا میں ہیں۔ وہی الفاظ جواب دعا میں ہیں۔ جس میں دعا کر رہے ہیں۔ وہ سورہ بقرہ کی آیت ہے اور جو جواب دعا ہے وہ سورہ جم蒲 کی آیت ہے:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأَمَمِينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتَلَوَّ أَعْلَيْهِمْ أَيْتَهُ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾

وہی الفاظ جو دعا میں تھے وہی الفاظ جواب دعا میں ہیں۔ کہ پروردگار نے بھیجا۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہاں **يُزَكِّيهِمْ** بعد میں آیا اور اس سورہ جم蒲 میں **يُزَكِّيهِمْ** پہلے آیا ہے۔ یعنی ابراہیم جب تک یہ دل صاف نہ ہو گا تب تک تعلیم حکمت اور تعلیم کلام کیسے ہو سکتی ہے۔ اس لئے فرمایا پہلے دل کو صاف کرو کیونکہ برا مشکل ہے دل کو صاف کرنا۔ وہ سال۔ بیس سال۔ تیس سال۔ چالیس سال۔ پچاس سال۔ سانچھ سال اور ستر سال کے زنگ الود سینے اور رسول نے انکو ایسے پاک کیا اس طرح میقل کی۔ اس طرح پاک و پاکیزہ کیا کہاب قرآن چاہے تصورت دیکھ لے رسول چاہے تو سیرت دیکھ لے۔ (نفرہ حیدری)

سامعین محترم! کیا کہنے میرے رسول کے کہ جس نے آدمی کو انسان بنادیا۔ انسان کو مسلمان بنادیا مسلمان کو مسلمان بنادیا صاحب ایمان کو کلین ایمان بنادیا۔ (نفرہ حیدری)

کیا کہنے میرے رسول کے کہ جس نے سفر کو ہجرت کر دیا۔ ہلاکت کو شہادت کر دیا۔ موت کو زندگی کر دیا۔ زندگی کو بندگی کر دیا۔ اسلام کو فطرت کر دیا۔ ایمان کو عادت کر دیا۔ عادت کو عبادت کر دیا۔ چ واہوں کو صاحب تاج کر دیا۔ نماز کو محراب کر دیا۔ صاحب زر کو غنی کر دیا اور بے زر کو ابوذر مدینی کر دیا۔

جس کے وجود نے کائنات کو منور کر دیا۔ جس کے وجود نے سخاوت کو کوثر کر دیا۔ جس کے شہود نے گل کو مصور کر دیا۔ جس کے مجدد نے حق کو حقیقت منتظر کر دیا۔ اور جس کے ورود نے کسی کوسلمان بھی کو ابوذرؓ کی کو حیدرؓ صدر کر دیا۔

سامعین محترم! رسولؐ کی شان بھی آپ نے سنی اور ابراہیمؐ کی دعا بھی آپ نے سنی اور اب رسولؐ کی بھی دعا ہے اور یہ آخری خطبے کی دعا ہے۔ جتنے الوداع کے بعد حضور کی آخری دعا ہے۔ جو غدیر خم میں کی۔ ایک لاکھ 24 ہزار صحابہؓ گرام کے مجمع میں کہا۔ اس میں دعا کر کر رہے۔ مگر دعا سے پہلے خطبہ دیا۔

**يَا أَيُّهَا النَّاسُ لَوْ كُو ! قَرِيبٌ هے کہ میرا بلا وَا آجائے۔ اور اس آواز پر
لبیک کہتا ہوا چلا جاؤں تو مجھ سے بھی پوچھا جائے گا اور تم سے بھی پوچھا جائے گا۔
فَيَقَاتِداً أَنْتُمْ قَاتِلُونَ ؟ تو تم کیا کہو گے۔**

قَالُوا نَشَهَدُ: ایک لاکھ چوبیس ہزار یا 25 ہزار کا مجمع ہے۔ سب نے کہا۔ آپ نے تبلیغ کی۔ نصیحت فرمائی۔ جہاد کیا۔ اللہ آپ کو جزاۓ خیر دے۔

قَالَ : لَا تَشْهَدُونَ أَنَّ لِإِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

کیا تم گواہی نہیں دے گے کہ جتنے حق ہے۔ نار حق ہے۔ قیامت آنے والی ہے۔ سب نے کہا ہم گواہی دیں گے۔

أَنْتَظِرُ كَيْفَ تَخْلُفُنِي فِي النَّقَلَيْنِ؟
میں دیکھوں گا کہ ثقلین کے بارے میں تمہارا کیا روایہ ہے؟

فَنَادَى مُنَادِي مَا النَّقَلَيْنِ؟

بیس ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا۔ وہ ثقلین کیا ہے؟

قَالَ: الْتِقلُّ الْأَكْبَرُ كِتَابُ اللَّهِ وَثِقلُ الْأَضْعَرِ عِنْرَتِي أَهْلَبَيْتِي۔
ثقل اکبر کتاب خدا ہے۔ ثقل اصغر میری عترت اہلبیت ہے۔

وَإِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضْلُلُوا بَغْدَيْنِ أَبْدَأُ۔

اگر ان دونوں کے ساتھ متسلک رہیں گے تو قیامت تک کبھی تباہ و بر باد نہیں ہوں گے۔ خطبے کے دوران رسول فرماتے ہیں۔ یا ایہا النَّاسُ کیا میں تمہارے نقوں پر تم سے زیادہ حق نہیں رکھتا۔ سب نے کہا۔ قَالُوا إِلَىٰ هَٰذِ رَسُولُ اللَّهِ۔

پھر رسول نے علی کا بازو پکڑ کر بلند کیا اور کہا:

مَنْ كُنْتَ مَوْلَاهُ، فَهَذَا عَلَيَّ مَوْلَاهٌ۔

اور آخر میں رسول فرماتے ہیں۔ حق علی کے ساتھ ہے علیٰ حق کے ساتھ ہے اور رسول دعا کر رہے ہیں:

اللَّهُمَّ آيِدِ الْحَقَّ حَيْثُ مَا ذَارَ عَلَيْهِ۔

پروردگار! حق کو ادھرا دھر پھیردے۔ جدھر جدھر یہ علی جائے۔

سامعین محترم! غدری اک نظام مسلسل ہے۔ غدری ایک انتظام مکمل ہے۔ غدری سرمایہ دستور شریعت ہے۔ غدری تحفظ حقوق انسانیت ہے۔ غدری عظمت منشوری آدم ہے۔ غدری آزادی لوح و قلم ہے۔ غدری میزان ہدایت ہے۔ غدری دلیل ختم نبوت ہے۔ غدری افتخار

دورِ امامت ہے۔ غدیرِ اکرام طہارت گفتار ہے۔ غدیر انعام اخلاق و کردار ہے۔ غدیر تاریخ میں مقام جلی ہے۔ غدیر حدیث میں مقام علیٰ ہے۔ علیٰ ولی ہے ولی علیٰ ہے۔ (نورہ حیدری) پروردگار! جو اس کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھ، جو اس سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ، جو اس سے بغض رکھے تو اس سے بغض رکھ، جو اس کی مدد کرے تو اس کی مدد کر، جو اس کو چھوڑ دے تو اس کو چھوڑ دے اور حق کو ادھراً دھر لے جا۔ جدھر جدھر یہ جاتا ہے۔ (نورہ حیدری)

اب آخری دعا امام زین العابدینؑ کی ہے۔

سید سجادؑ فرماتے ہیں: پروردگار! رحمت نازل کر اصحابِ محمدؐ پر۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے حق کے ساتھ و قاعِ عہد کیا۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے مصیبتوں کو گلے لگایا۔ یہ وہ ہیں کہ جب تیرے رسولؐ نے پکارا تو تیزی سے چلے آئے۔

یہ وہ ہیں کہ جب رسولؐ نے طلب کیا تو ایمان کی طرف آئے، یہ وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنی اولاد کو ازاوج کو تیرے رسولؐ کے لیے چھوڑ دیا، یہ وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنے باپ اور بیٹوں سے مقابلے کیے، تاکہ تیرے رسولؐ کی ثبوت قائم ہو۔ ان پر رحمت نازل کر، ان پر کرم نازل کر، تو کیا کہنے صحابہ کے، ابر و ہلامی رنگ ہلامی، کوہ سلیمانی۔ دھنک سلیمانی، سامان دیکھو تو بوزر، جانے میں زید قادہ اڑنے میں حمزہ نامدار۔ اڑنے میں جعفر طیار۔ لڑنے میں حیدر کرار۔ (نورہ حیدری)

مقام صحابہؓ صحابہ وہ ہیں کہ آسمان پر ہوں تو ستارے ہیں، زمین پر ہوں تو بصیرت کے منارے ہیں، قرآن کے ساتھ ہوں تو ایمان کے پارے ہیں اور اگر رسولؐ کے ساتھ ہوں تو سارے ہمارے ہیں۔ (نورہ حیدری)

بس اب دعا..... امام حسین کی دعا: تَرَكْتُ الْخَلْقَ فِي هَوَّاكَ.
یہ اس وقت دعا مانگی ہے جب کوئی باقی نہیں رہا۔ اصغر کو دفن کر دیا ہے تو دعا
مانگی ہے: تَرَكْتُ الْخَلْقَ فِي هَوَّاکَ.

میں نے ساری دنیا کوتیرے لئے چھوڑ دیا ہے۔

وَ أَيْتَمْتُ الْعِيَالَ لِكَنِّي أَرَاكَ.
اور میں نے اپنی اولاد کو میتم کیا تاکہ تیرا جلوہ دیکھوں۔

وَ لَوْ قَطْفَتِنِي فِي الْخُبْتِ.
اور اگر تو اپنی محبت میں مجھے لکھرے لکھرے کر دے۔

لَمَّا حَسِنَ الْفُؤَادُ إِلَى سِوَاكَ.

تو تیرے علاوہ کسی اور کی طرف مائل نہیں ہو گا۔

اس کے علاوہ ایک اور موقع ہے جہاں دعا کر رہے ہیں کہ
کون آیا ہے؟ یا بن رسول اللہ! میر اسلام ہو۔

تو ہون کے رخسار پر رخسار کر رہی ہیں: اللَّهُمَّ بَيِّضْ وَجْهَهُ وَ طَيِّبْ
رِيْحَهُ وَ اخْشِرْهُ مَعَ الْأَبْرَارِ وَ عَزِّفْ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ مُحَمَّدٍ وَ آلَ مُحَمَّدٍ.
بَارِ الْهَا! یہ غلام ہے اس کا چہرہ سفید ہو جائے اور اس کے خون سے خوبیوں
آجائے اور اس کو ابرار کے ساتھ ملا دے۔

اور پھر جب علی اصغر کے گلے سے خون نکلا، تو کہتے ہیں: بارِ الْهَا!
اور پھر دعا کر رہے ہیں، سکینہ۔ سموں سے لپٹی ہوئی ہے اور حسین اٹھا کر
گلے سے لگاتے ہیں: سکینہ! کیوں رو رہی ہے؟ کہا: بابا چھوڑ کر جار ہے ہو۔

کہا: بیٹی تو میری تہجد کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ میں نے دعا کی تھی کہ جب بارا الہا! مجھے چاند سی بیٹی دے جو میرے بغیر نہ رہ سکے، لیکن جب تو پکارے تو اسے روتا ہوا چھوڑ جاؤں۔

کہا: بیٹی! تو بھی وعدہ کر جب تازیا نے لگیں گے تو، تو روئے گی نہیں، ہمارے پیچے لگیں گے تو چلائے گی نہیں۔

اور پھر حسینؑ دعا کر رہے ہیں، شرکا فخر چل رہا ہے..... اور حسینؑ کہہ رہے ہے ہیں: بارا الہا! میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا، اب تو اپنا وعدہ پورا کر۔

آخری جملے ہیں..... آخری جملے ہیں اور دیکھو..... ایک عورت سرخ چادر اوڑھے ہوئے چلی..... سرخ چادر اوڑھے ہوئے چلی۔

مدینے میں امام جہاد سے کسی نے پوچھا کہ:
مولا! وہ سرخ چادر اوڑھنے والی عورت کون تھی؟

کہا: وہ میری پھوپھی زینب تھی۔

کہا: مولا! یہ بتائیے عاشورے کے دن..... سرخ چادر کیوں اوڑھی تھی؟

کہا: پوچھنے والے تو نے میرا دل مکڑے مکڑے کر دیا، چادر تو سفید تھی مگر جب بھیا علیٰ اکبرؒ کے لاثے پر گری، جوان خون کی دھاروں سے سفید چادر نکلیں ہو گئی۔

اب زینبؓ مقتل کی طرف چلتی ہے، لاشوں کو دیکھتی ہوئی..... ایک لاثہ ہے جسکے برچھی لگی ہوئی تھی، ایک لاثہ ہے جس کے ہاتھ نہیں ہیں، ایک لاثہ ہے جس کے اوپر گھوڑوں کی ٹاپوں کے نشان ہیں۔ ادھر زینبؓ کبریٰ آگے بڑھتی جا رہی ہے ایک جگہ عون و محمدؐ کی لاشیں بھی آئیں لیکن وہاں نہ رکیں..... نہیں، نہیں مجھے جانے دو، نشیبؓ کی طرف مزیں تو ایک جسم جس میں ایک انگشت گنجائش نہ تھی..... وہاں پہنچیں اور دیکھا

حسین! زینب آگئی..... زینب آگئی۔

ایک مرتبہ بال بکھیر دیئے کہا:

باراہا! یہ قربانی قبول فرمایہ محمد کی قربانی ہے۔ قبول کر اس کو قبول کر!
اس کے بعد دوستو! وہ وقت آتا ہے۔ جب آگ لگ چکی ہے۔ خیموں میں،
سید انیاں ایک خیمے سے دوسرے خیمے میں جاتی ہیں، کبھی دوسرے خیمے سے تیرے
خیمے میں جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ اس خیمے میں پہنچیں جہاں امام حجاؤشی میں پڑے ہوئے
ہیں، آکر بازو ہلایا۔

اے مفتی عصر حاضر! اے امام زمان! ذرا دیکھوں تو ماں بہنوں کا کیا حال ہے۔

سجادا نے آنکھیں کھول دیں۔ کہا:

چھوپچھی کیا ہوا !!

کہا: آگ لگ گئی ہے بیٹا! چاہو تو نکل جائیں چاہو تو جل جائیں۔

کہا: اس وقت نکل جائیں

سید انیاں نکلیں، مگر اس شان سے کہ زینب سجادا کو اٹھائے ہوئے چل رہی
ہیں کہا: حسین جلدی آو! حسین جلدی آو اور دیکھو کہ اکابر کا لاشہ اٹھایا، تو تم سے
نہیں اٹھا تھا۔ اب زینب کے بازوں کو دیکھو کہ سجادا کو ہاتھوں پر لارہی ہوں۔

اس کے بعد لاشیں پامال کر دی گئیں، تھوڑی دیر میں قافلہ آیا۔ زینب کھڑی ہو
گئیں کھڑی ہو گئیں زینب۔

آنے والو! اب سادات کے پاس کچھ نہیں ہے۔

آنے والوں نے سلام کیا۔ السلام علیک!

کہا: کون ہے؟

کہا: میں زوجہ حُبھوں۔

کہا: میں شرمندہ ہوں، ہم حر کی پانی سے بھی ضیافت نہ کر سکے۔

کہا: شرمندہ میں بھی ہوں، سیدانی! پانی لائے ہیں۔

کہا: پانی دیر میں آیا ہے اور پینے والے چلے گئے اور پینے والے چلے گئے۔

کہا: بچوں کو پلا دیں۔

زینب نے بچوں کو آواز دی: بچو! آؤ پانی آگیا۔

بچے دوڑے کے پچا عباش آگئے..... پچا عباش آگئے۔ ادھر دیکھا کہ زینب

آگئی تو بچوں نے کوزے بڑھا دیئے۔ زینب نے کہا: ”پہلے اس کو پانی دوں گی جو سب سے چھوٹا ہو گا۔“ سکینہ نے پانی لیا اور پانی لیکر مقتل کی طرف چلی۔ زینب نے کہا: بیٹی کدھر جا رہی ہے؟“

کہا: پھوپھی! جو سب سے چھوٹا ہے وہ میرا علی اصغر ہے.....

وہ میرا علی اصغر ہے۔“



رضاۓ الٰہی

(علامہ نسیر الاجتہادی)

﴿وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَرُ خَلِيلِينَ فِيهَا وَمَسِكِنٌ طَيِّبَةٌ فِي جَنَّتٍ عَذَنَ وَرِضْوَانٌ
مِنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (سورہ قوبہ: ۷۲)

ارشاد ہو رہا ہے کہ اللہ نے وعدہ کیا ہے مومنین سے اور مومنات سے کہ ان کو
باغ دے گا۔ جن کے نیچے نہریں روائی دواں ہوئی اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور
اس میں پاکیزہ قیام گا ہیں بھی ہیں۔

﴿وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ أَكْبَرُ﴾

مگر جنت میں سب سے بڑی نعمت اللہ کی رضا ہے اور یہ بہت بڑی کامیابی
ہے تو ہماری تقریر کا عنوان رضاۓ الٰہی ہے۔

لغت میں رضا کا مفہوم: رَضِيَ يَرْضِي رِضَا رِضْوَانٌ
یعنی پسند کرنا، راضی ہونا، خوش ہونا اور ”رضوان“، الرِّضَا الْكَثِيرُ بہت سی
رضا میں، رضوان کے معنی، اور یہ ہے کہ الرِّضَا۔

کہ رضا کیا ہے؟ انسان کے نفس کی وہ حالت کہ جب وہ کسی کو فائدہ پہنچاتا

ہے اور کسی کے حکم کی اطاعت کرتا ہے تو اس سے جو سرت آمیر تغیر اس کے اندر پیدا ہوتا ہے اسے رضا کہتے ہیں۔ لیکن کیونکہ ہمارا موضوع رضاۓ الہی ہے لہذا گفت سے ہٹ کر ہم اس عنوان پر آتے ہیں کہ رضا اللہ کیا ہے؟

رَضَا اللَّهُ عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يُرِيدَهُ مُشْتَمِرًا فِي أَمْرِهِ وَمُنْتَهِيًّا عَنِ نَهْيِهِ.

اللہ کی رضا بندے کیلئے ہے کہ وہ حکم جو اللہ کا ہے اس کو بندہ بجالائے اور جس سے خداو کے اس سے رک جائے۔ اور بندے کی رضا یہ ہے کہ جو اللہ کی قضا اس پر جاری ہواں کی پیشانی پر شکن نہ آئے۔

أَنَّ لَا يَكُرْهُهَا عَلَى مَا يَخْرُجُ إِلَيْهِ قَضَاءُ اللَّهِ.

اور ہم یہ کہتا چاہتے ہیں کہ انسان کو چاہیے کہ وہ ہر آن رضاۓ الہی پیش نظر رکھے۔ زندگی کی سرز میں پر اور بندگی کے ہر آسان پر۔ رضاۓ الہی کو پیش نگاہ رکھے۔ جس ہو ایں سانس لئے، جس فنا میں چلے، رضوان خداوندی پیش نگاہ ہو۔ کیونکہ فرش عبادیت کے سجدہ گزار کو اجازت نہیں کہ عرشِ معبودیت کے سلطان کی سرتاہی کرے۔ (نصرہ حیدری)

ذرے کو صحراء، قطرے کو دریا سے، خس کو بجلی سے تصادم کی اجازت ہے۔ مگر انسان ضعیف البیان کو خدائے لامکان اور لازمان سے سرتاہی کی اجازت نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ حق اس کا اس وقت چھن گیا جب اس نے صحیفہ تخلیق پر دستخط کئے۔ یہ حق چھن گیا جب اس نے بحیثیت مخلوق صحیفہ تخلیق پر دستخط کیے اور خالق ہونے سے انکار کر دیا۔

لہذا جب وہ بنی آدم کا تاج پہنتا ہے تو تاج کی لاج بھی رکھے۔ اور جب اپنے کریم کی قیازیب بشریت ہے تو اس کا لحاظ بھی رکھے۔ اور جب خوان نعمت کی اشیاء

کے لیے منہ کھوتا ہے تو اس کی مدح کے لیے رطبِ انسانی بھی رکھے، اور جب اس کی نعمتوں کو دونوں ہاتھوں کی چاکر دستیوں سے لوٹا ہے تو ان ہاتھ کو بلند بھی کرے، اور جب اللہ تعالیٰ کے مال و ملال کو حاتم کی طرح خرچ کرتا ہے تو تازیاتہ قضا کو زستم کی طرح برداشت بھی کرے۔
(نُرَةُ حَيْدَرِي)

انسان کے لیے یہی راستہ ہے اور یہ ہماری گفتگو شرافتِ ظرفِ انسانی کے حوالے سے ہے کہ وہ سنبھل جائے، رک جائے، جھک جائے، ورنہ ہم انسان کی عقلت اور فرعونیت کو اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ یہ انسان خشکی پر پھرے ہوئے شیر کی طرح۔
آنارَبُكُمُ الْأَغْلَى۔ کہتا ہے۔

اور پھر روئیں کی موجودوں میں، خوف و حراس کے خیطے میں چھپ کر اپنی خدائی کا تمثیل بھی دیکھتا ہے۔

لہذا اس کو چاہیے کہ قضاۓ رب کے آگے جھک جائے، کیونکہ قضا خدا کی ہے، حدیث قدسی ہے:

قَدَرْتُ الْمَقَايِيرَ وَ تَدَبَّرْتُ التَّدَابِيرَ أَخْسَنْتُهَا مَنْعًا فَمَنْ رَضَيَ

بِرَضَائِي رَضَا فَرِضَةً مِنْيَ وَ مَنْ سَخَّتْ عَنِي فَسُخْتَ مِنْهُ۔

میں نے تقدیر بنائی ہے، میں نے تقدیر کی راہیں تشكیل دی ہیں۔ میں نے کائنات کو سلسلہ علت و معلول سے منظم کیا ہے۔

لہذا جو ہم سے خوش ہے تو ہم اس سے خوش ہیں۔ اور اگر ناراض ہے تو ہم کب اس سے خوش ہیں!

إِنَّمَا أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَمَنْ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى بَلَائِي وَلَمْ يَشْكُرْ عَلَى

نَعْمَائِيْ وَلَمْ يَرْضَ بِقَضَائِيْ فَلَيَتَّخِذْ رَبَّا سِوَائِيْ.

ہم خداۓ عظیم و جلیل ہیں جو ہماری بلاپ صبر نہ کرے، جو ہماری نعمتوں پر شکر نہ کرے، ہماری قضاۓ کے آگے جھکنے نہیں اس کو چاہیے کہ ہمارے سوا کوئی اور خدا ڈھونڈ لے۔
(نمرے)

اس لیے جو حکریم ضمیر انسانی کے علمبردار تھے، اور سچائیوں کے رازدار تھے۔
وہ جھک جاتے تھے۔

قَالَ النَّبِيُّ لِطَائِفَةٍ مِّنْ أَصْحَابِهِ: مَنْ أَنْتُمْ؟ قَالُوا: نَحْنُ مُؤْمِنُونَ، قَالَ النَّبِيُّ: مَا عَلِمْتُ إِيمَانَكُمْ؟ قَالُوا: نَحْنُ نَصْبُرُ عَلَى بَلَاءٍ وَ نَشْكُرُ عَلَى نَعْمَاءٍ وَ نَرْضُى عَلَى قَضَاءٍ، قَالَ النَّبِيُّ: أَنْتُمْ مُؤْمِنُونَ بِرَبِّ الْكَوْفَةِ.

حضورؐ نے ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ کے گروہ سے پوچھا، تم کون ہو؟ کہا ہم مومن ہیں، کہا تمہارے ایمان کی علامت کیا ہے؟ کہا ہم بلاپ صبر کرتے ہیں، نعمتوں پر شکر کرتے ہیں، اور خدا کی قضاۓ پر راضی ہوتے ہیں۔

حضورؐ نے فرمایا پروردگارِ کعبہ کی قسم کہ تم مومن ہو، معلوم ہوا کہ ایمان کے بعد انسان میں قضاۓ ایمان آ جاتا ہے۔ ایمان سے پہلے نہیں آتا، یہ مسئلہ بہت اہم ہے۔ اور مجھے سمجھانا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایک غیر مسلم کا عمل خیر مقبول کیوں نہیں ہوتا؟ اس کو رضاۓ الٰہی کیوں نہیں ملتی؟ یہ بہت بڑا سوال ہے۔ جو صدیوں سے علماء کے درمیان قابل بحث ہے۔ کہ ایک غیر مومن، ایک غیر مسلم جب نیکی کرتا ہے، خیرات کرتا ہے تو

اس کا ثواب کیوں نہیں ملتا؟ اس کا اجر کیوں نہیں ملتا؟ رضاۓ رب کیوں نہیں ملتی؟ تو اس کی وجہ ہے دوستو! مسئلہ یہ ہے کہ خیر مطلق اور خیرِ جسم اور نیکی یہ کوئی مستقل چیز نہیں پریشان نہ ہوں۔ اسلام بڑا غیر متعصب مذہب ہے۔ کوئی مسلمان ہو یا غیر مسلم ڈونوں کے لیے عمل ہے رضاۓ رب ہے۔ اگر مسلمان ہے تو بھی اگر رضاۓ رب نہیں تو اس کو رضاۓ رب نہیں ملے گی، ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا انہوں نے کہ میں نے خود سنار رسول اللہؐ سے کہ حضورؐ فرماتے ہیں کہ جب قیامت ہوگی اور فیصلہ ہو گا تو ایک دولت مند کو بلا یا جائے گا کہ میں نے تمہیں دولت دی۔ کہے گا: ہاں، خرچ کیا؟ کہے گا: ہاں، کس کو دیا؟ قرابت داروں کو صلة رحم کیا، آواز آئے گی کہ جھوٹ بولتا ہے۔ تو نے اس لیے دولت خرچ کی کہ دنیا تجھے تنی سمجھے۔ تو نے ہماری رضاۓ کے لیے نہیں کی، لہذا اس کو جہنم بھیج دو۔ معلوم ہوا کہ مسلمان بھی اگر رضاۓ رب کے ماتحت کام نہیں کرتا تو پھر وہ مقبول نہیں ہے۔ رضاۓ رب کو ہمیں ہر وقت پیش نگاہ رکھنا ہے کہ رضاۓ رب ہے کہ نہیں؟

عمل کی حیثیت چھ ہیں۔ نفسِ عمل، مقامِ عمل، زمانِ عمل، ماحولِ عمل، کیستِ عمل، کیفیتِ عمل۔ مگر ان سب میں جو جانِ عمل ہے، وہ کیفیتِ عمل ہے۔ یعنی اخلاص جو ہے وہ جانِ عمل ہے۔

اخلاص کو دیکھنا ہے کہ وہ ہے کہ نہیں؟ کتنے ہی سجدے انسان کرے اگر خلوص نہیں تو وہ بیکار ہیں۔ اس لیے کہ اخلاص نہیں۔ اخلاص کہاں سے دیکھیں۔
از علیٰ آموز اخلاصِ عمل شیر حق راداں منزہ ادخل

ایں خوب انداز برو علیٰ افتخار ہر جی و ہر ولی
اس نے لحاب دہن علیٰ کے منہ پر پھینکا، اور پھر علیٰ اتر آئے اور کہنے لگے۔
اس نے پوچھا کہ آپ گردن کیوں نہیں کاشتے؟ تو کہا میں حق کے لیے چلاتا ہوں۔
(نرہ حیدری)

میں شیر حق ہوں، خواہشات کا شیر نہیں ہوں۔ اور میرا یہ فعل جو ہے میرے
دین کا گواہ ہے۔ پوچھا گیا کہ اتنے زبردست پہلوان پر حاوی ہونے کے بعد کیوں آپ
نے چھوڑا؟ تو کہا اس لیے کہ اس نے مجھ کو ذلتی طور پر غضبناک کیا، اور میں نہیں چاہتا
تھا کہ شمشیر کی روائی میں جذبات کی طغیانی آجائے۔ (نرہ حیدری)

ہم ہر چیز میں رضاۓ الہی دیکھتے ہیں اور کبھی رضاۓ رب اس میں ہے کہ
تموار دشمن کی گردن سے اٹھ جائے۔ اور کبھی رضاۓ رب اس میں ہے کہ تموار کی
چھاؤں میں خود کو سلا دو۔ (نرہ صلوٰۃ)

حضورؐ سے جریلؑ نے عرض کیا کہ "لَا تَبْثِثْ هَذِهِ الْأَيْلَةَ عَلَىٰ
فِرَاسِكَ" کہ آج کی رات آپ اپنے بستر پر نہیں سوئیں گے۔ "فَدَعَا عَلَيْهَا
علیٰ کو بلایا۔ قَالَ إِنِّي آمُذُكَ نَمَّ عَلَىٰ فِرَاسِي۔
میں حکم دیتا ہوں کہ تم میرے بستر پر سو جاؤ۔

"قَالَ: أَتَسْلَمُ يَا أَبَيَ اللَّهِ؟" کیا میرے سورہ نے سے آپ کی جان قبیح جائے گی؟
"قَالَ: نَعَمْ" حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں۔ "فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا" علیٰ مسکراۓ۔
فَهَبَتْ إِلَى الْأَرْضِ سَاجِدًا۔

اور زمین پر سجدہ خالق ادا کیا۔ اور کہا تو نے مجھے اس قابل بنایا کہ محمدؐ کا فذیہ

کر دیا۔ اور اپنے سر کو اٹھایا۔

رَافِعٌ رَّأْسَةً وَقَالَ: إِنَّ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَأُذُنِيْ وَقَلْبِيْ لَكَ.

میری آنکھ، میرے کان، میرا دل سب تیرا ہے۔ (نورۃ صلوٰۃ)

پھر علیؑ ردائے رسولؐ اوڑھ کر سوتے ہیں اور پھر احیائے علوم میں علامہ غزالیؓ

تیری جلد صفحہ 225 سطر 21 پر لکھتے ہیں:

فَنَامَ عَلَىٰ كَرَمَ اللَّهِ وَجْهَهُ عَلَىٰ فِرَاشِ رَسُولِ اللَّهِ.

حضرت علیؑ کرم اللہ وجہ، رسول کے بستر پر سو گئے۔

فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى جَبَرِيلَ وَمِنْكَائِيلَ.

اللہ تعالیؑ نے جبریلؑ اور میکائیلؑ کی طرف وحی کی،

إِنِّي أَخِيْتُ بَيْنَكُمْ.

میں نے تم کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے۔

وَجَعَلْتُ عُمَرَكُمْ أَكْثَرَ مِنْ عُمَرَ آخَرَ.

اور ایک کی عمر میں نے زیادہ بنائی، ایک کی کم بنائی۔

فَآتَيْتُكُمْ مَنْ يُغْطِي صَاحِبَكُمْ بِالْحَيَاةِ.

کہ تم میں سے کوئی ہے جو اپنی زیادہ زندگی اپنے دوست کو دے دے۔

وَكِلَّاهُمَا اخْتَارَ الْحَيَاةَ

دونوں نے کہا کہ میں زندگی پسند ہے۔ "ثُمَّ أَوْحَى" پھر اللہ تعالیؑ نے وحی

کی۔ "أَفَلَا كُنْتُمَا مِثْلَ عَلَيَّ ابْنَ أَبِي طَالِبٍ" تم لوگ کیوں نہیں ہو جاتے علیؑ ابن

ابی طالبؑ کی مثل۔ (نورۃ حیدری)

إِنَّى أَخَيْثُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ نَبِيٍّ مُحَمَّدٍ وَهُوَ بَعْدَهُ عَلَىٰ
فِرَاسِهِ وَفَدِيَ بِنَفْسِهِ عَلَيْهِ.

یہ ہم نے اس کے اور رسول کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا اور یہ ان کے بستر پر سورہ ہے اور اپنی جان تک فدا کر رہا ہے۔ "أَنْزَلْنَا إِلَيْهِ الْأَرْضَ" جاؤ زمین پر۔ "وَاحْفَظُوهُ عَنْ عَذَقَةٍ" اور اس کو دشمنوں سے بچاؤ۔

فَأَنْزَلَ جِبْرِيلُ وَقَالَ وَمَنْ مِثْلُكَ أَءِ اللَّهُ يُبَاهِ بِكَ عَلَى الْمَلَائِكَةِ
اللَّهُ تَعَالَى پر فخر کر رہا ہے۔ ملائکہ کے درمیان۔ "فَأَنْزَلَ اللَّهُ آئِهَ"

«وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ أَبْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ»۔

عجیب بات ہے کہ تمیل تو حکم رسول کی ہو رہی ہے، اور رضا اللہ کی مظہر ہے۔ ایسا سودا جسم فلک نے کم دیکھا، اور ایسی قیمت بھی کم نظر آئی، اور دیسے بھی یہ ہے کہ یہ شے جو بک رہی ہے، یہ پہلے نہ بکی، نہ تلی، نہ کسی نے پر کھا، کسی کو معلوم نہیں کہ کیا ہے؟ علی نہ کبھی بکے، نہ کبھی تلے، وہ کیسے چاندی میں تلے جو فضہ کا مالک ہو، وہ در کیسے تلے جو ابوذر کا مولا ہو، وہ گوہر میں کیسے تلے جو گوہر گنج امامت ہو۔

ہو سکتا ہے کہ اعلیٰ، ادنیٰ میں تلے، ابراہیم آگ میں تلے، سلیمان ہوا میں تلے، یونیٹ پانی میں تلے، ذرے میں آفتاب تلے، نقطے میں کتاب تلے، اور تراب میں ابوتراب تلے۔ (نعرہ حیدری)

تلے تو میرنبوت کے ترازو میں تلے یہ کے تو لفظ مشیت کی آرزو پر کے
اب میں نفس اللہ کی بات کر رہا ہو، تو مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ جس کے دل پر۔
«وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي» کی میر ہو، اس میں نفسانیت کہاں اور جس کے سینہ کیلئے
"فِي صُدُورِ الظَّالِمِينَ" آیا ہو۔ اس میں خیانت کہاں، اور جس کے ذہن

کے لیے۔ "أَنَا نُقْطَةٌ تَحْكُمُ الْبَلَاءَ" اس میں جہالت کہاں؟!
اور جس کے ہاتھوں کی حرکت کبھی انّما کا نگینہ، کبھی هُلُّ آتی کا آئینہ، کبھی
لَفَتِي کا سفینہ، اور جس کے پیر کبھی دوشِ رسول جلیل پر، کبھی شہپر جبراہیل پر،
اس سے لرزشِ رفتار کہاں، اور جس کی آنکھوں کیلئے۔

لَوْكَشَفَ الْغَطَّا آیا ہو۔ اس میں غلطی کی تحریر ہو؟ اور آب و حی میں حل کیا ہوا
سر مدد فی روزِ خیر گایا ہو، اس کی بصارت میں عیب کہاں۔ (نورہ صلوٰۃ)
اور جس کے کانوں کی شان میں أَذْنَنَ وَاعِيَةً کی سند ہوا س کی ساعت میں
عیب کہاں، اور جس کی زبان کی رسول کے دہن میں ہو، اور رسول کی زبان جس کے
دہن میں ہو، اس سے غلط بات کہاں اور لِسَانَ صِدْقَ عَلَيْهَا جس کی گفتار ہو، اور
بَرَزَ الْإِيمَانُ جس کی رفتار ہو، اس سے منافی رضا حرکات کہاں؟!

علی سے منافی رضا حرکت نہیں ہوگی۔ علی جب توار اخھائیں تو حق ہے، آپ
کہیں گے کہ رضاۓ رب پر گفتگو کرتے کرتے رضاۓ رسول کیسے آگئی، یہ تو آپ کو
پہلے معلوم ہونا چاہیے تھا، کلمہ پڑھنے سے پہلے معلوم ہونا چاہیے تھا، اب تو کلمہ پڑھ چکے،
بھتی اس مسئلے کو امام صادق علیہ السلام سے پوچھا، یا بن رسول اللہؐ ایک آیت سمجھ میں
نہیں آتی، ﴿فَلَمَّا نَكُونَا غَضِبْنَا فَانْتَقَمْنَا فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ﴾

کہ اللہ فرماتا ہے جب ہم رنجیدہ ہوئے، غضبنا ک ہوئے، تو ہم نے انتقام
لیا، اور ان کو غرق کر دیا۔ تو یا بن رسول اللہؐ کیا اللہ بھی رنجیدہ ہوتا ہے، غمگین ہوتا ہے،
خوش ہوتا ہے، ناراض ہوتا ہے؟

امام نے فرمایا نہیں۔ یہ اللہ کا تصور غلط ہے۔ ہمارے یہاں اللہ کا تصور اس

سے بہت مادر اے۔ اللہ انسان نہیں جس میں غصہ ہو، خوشی ہو، ناراضگی ہو۔ کہا پھر اس آئت میں کیا ہے؟ کہا کہ **لَا يُؤْصَفَ كَوَضِفَنَا**۔

وہ ہماری طرح رنجیدہ اور خوش نہیں رہتا۔

وَ جَعَلَ رِضَاهُمْ لِنَفْسِهِ رِضاً۔

لیکن اس نے کچھ ایسی هستیاں بنائی ہیں، وہ غمزدہ بھی ہوتی ہیں اور خوش بھی ہوتیں ہیں۔ اور ان کی رضا کو اپنے نفس کی رضا بتایا۔ ان کی ناراضگی کو اپنے نفس کی ناراضگی بتایا۔ کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا کہ

﴿وَ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

﴿الَّذِينَ يُبَايِغُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِغُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ﴾

اور جس نے تیری بیعت کی رسول، اس نے تیری نہیں ہماری بیعت کی۔

اور کہا کیا تو نے یہ آئت نہیں پڑھی؟ کہا پڑھی۔ تو کہا یہ رسول ہے جو مظہر رضا کے رب ہے۔ پڑھا ہے، کون کہتا ہے۔ قرآن مظہر رضا کے رب ہے۔ معلوم ہوتا ہے قرآن سے کہ اللہ کیا پسند کرتا ہے اور کیا پسند نہیں کرتا۔ لیکن اوامر و نواعی، حلال و حرام قرآن سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ لیکن انسانوں کے بارے میں کس سے خدا خوش ہے، کس سے خدا نا خوش ہے۔ یہ قرآن سے معلوم نہیں ہو گا۔ یہ رسول سے معلوم ہو گا۔ (نورۃ رسالت)

یہ رسول سے معلوم ہو گا۔ کہ رسول کس کو چاہ رہا ہے، کس کو بڑھا رہا ہے، کس کو دبارہا ہے، کس کو اخخار رہا ہے۔ یہ رسول سے معلوم ہو گا۔ رسول کو دیکھتے اب آپ کا تعاقب سیرت نبی ہونا چاہیے۔ رسول کو دیکھیے۔ دیکھتے چلتے۔ آپ ان کے کلمہ گو ہیں

نار۔ لہذا جس جس سے وہ خوش ہیں آپ خوش ہو جائیں۔ اور جس جس سے وہ ناراض ہے آپ ناراض ہو جائیں۔ اور چاہے آپ کا دل اس کو جتنا ہی پسند کرے۔

رضائے رسول مظہر رضائے رب ہے۔ میرا کام بھی ہے کہ میں احادیث رسول میں بھی دیکھتا ہوں کہ حضور کس سے خوش ہیں۔ تاکہ میں بھی ان سے محبت کروں۔ کس سے ناراض ہیں تاکہ میں بھی ان سے دور رہوں۔ کیوں کہ رسول کی رضا سب پر مقدم ہے۔ رسول بہتوں سے محبت کرتے تھے۔ بہتوں کو چاہتے تھے۔ بہتوں کا خیال رکھتے تھے۔ لیکن پوری تاریخ میں ایک رسول کا کردار صرف ایک ذات کیلئے نظر آتا ہے اور کہیں بھی دکھائی نہیں دیتا ہم نے محبت کرتے رسول کو دیکھا، چاہتے ہوئے رسول کو دیکھا۔ بغل سیر ہوتے رسول کو دیکھا۔ گود میں اٹھاتے رسول کو دیکھا۔ لیکن ایک کردار ایسا ہے جس کی نظر پوری تاریخ سیرت نبی میں نہیں۔ اور اس کو بھی ترمذی شریف سے پڑھ رہا ہوں، اور راوی بھی بہت معتبر ہے۔

عَنْ أُمّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ قَالَتْ وَمَا زَأْيَتْ أَحَدًا كَانَ أَشْبَهَ كَلَامًا وَحَدِيدًا بِرَسُولِ اللَّهِ.

فرماتی ہیں جناب عائشہ کہ میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، کوئی انسان جو اتنارسل سے کلام میں اور گفتگو میں مشابہ ہو، اور اس کے بعد فرماتی ہیں کہ سُكْلَمَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ فَاطِمَةُ جب فاطمۃ الزہرا رسول کے پاس جاتی تھیں۔ مَرْحَبَا بِهَا وَقَامَ إِلَيْهَا۔ آپ کہتے تھے مرحبا، مرحبا، مرحبا اور کھڑے ہو جاتے ”وَأَخَذَ بَيْدِهَا“ اور انکا ہاتھ پکڑتے تھے، لفظ یاد رہے۔ جب بھی جاتی تھیں، ”وَقَامَ إِلَيْهَا“ اور ان کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ ”وَأَخَذَ بَيْدِهَا وَقَبَّلَهَا“ اور ان کا

ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے تھے، اور اسے بوس دیتے تھے۔ "وَأَجْلَسَهَا فِي

(نورہ حیدری)

مَجِلَّسِهٖ" اور اپنی جگہ اس کو بٹھاتے تھے۔

تو پھر معلوم ہوا کہ جس کی تعظیم رسولؐ کر رہا ہو، اس کی تعظیم ہم کریں گے یا

نہیں؟ اور ظاہر ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: بَضْعَةُ مِنْقَنَى۔

میر انکڑا ہے، تو فاطمہؓ میں کوئی بات تو ہے کہ جو رسولؐ اس کی تعظیم کیلئے کھڑے ہو رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ نبوت کا پارہ ہے، تو پارہ پارے کا احترام کرتا ہے۔ (نورہ صلوٰۃ)

رسولؐ کو دیکھا تو ہم جھک گئے کہ رسولؐ تعظیم کر رہا ہے۔ تو ہمارے دل میں بھی تعظیم پیدا ہوئی۔ پھر بھی ہم نے دیکھایا بھی ترمذی شریف ہے کہ دونچے دوڑتے ہوئے آئے، سرخ لباس (راوی نے یہی بتایا) دامن سے الجھے، گرے۔

فَأَنْزَلَ النَّبِيُّ عَنِ الْعِنْبَرِ. نبیؐ نے خطبہ چھوڑا، نیچے اترے، اٹھایا۔

اور جب رسولؐ اس طرح کسی کی طرف متوجہ ہوں گے تو کتنے مسلمان ہیں جو دیکھیں گے کہ یہ کون ہے جو آیا اور اسی بات کو صاحب درِ مثنو نے دوسرے انداز سے بیان کیا ہے اور وہ حقیقت سے اتنے قریب ہیں کہ جب میں نے پڑھا معلوم ہوا کہ نقشہ کھینچ دیا گیا ہے اس میں حسین کریمین کی بات نہیں، اس میں ہے کہ حسینؐ آئے اور حسینؐ کپڑے سے الجھے، الفاظ ہیں۔ فَسَكَّتَ فَبَكَّى۔ وَهُوَ الْأَنْزَلُ، فَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ، اور نبیؐ نے دیکھا۔ فَسَاقَ إِلَيْهِ أَصْحَابَهُ۔ سارے صحابہ حسینؐ کی طرف دوڑے، اور حسینؐ میں یہ بید بید ہاتھوں ہاتھوں حضورؐ کی گود میں پہنچ گئے۔ (نورہ صلوٰۃ)

یہ چیز، یہ حقیقت ہے کہ جب صحابہ کرامؐ نے دیکھا کہ رسولؐ اترے، سب متوجہ

ہو گئے، سب کو حسینؐ عزیز تھا۔ اس لیے نبیؐ نے فرمایا تھا کہ

حُسَيْنٌ وَنِتْنَى وَأَنَا مِنَ الْخُسَيْنِ. حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ دنیا اس امر کو نہیں سمجھتی کہ رسولؐ کیا کہہ رہے ہیں، مگر میں بتاتا ہوں رسولؐ کہہ رہے ہیں کہ ہاتھ ہمارا، اور سخاوت حسینؑ کی، جگر ہمارا، اور شجاعت حسینؑ کی، اسلام ہمارا اور اشاعت حسینؑ کی، نبوت ہماری اور امامت حسینؑ کی، رسالت ہماری اور ولایت حسینؑ کی، اور دعویٰ ہمارا اور شہادت حسینؑ کی۔

ہمیں امام عالی مقام حضرت امام حسینؑ کا شکرگزار ہونا چاہیے کہ تمام امیر مسلمہ کے لیے تخت سے شریعت چھین لی۔

جنئے فرقے ہیں ماکلی ہوں، شافعی ہوں، حنفی ہوں، حنبلی ہوں، جعفری ہوں، جتنے فرقے ہوں حسینؑ کا شکرگزار ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ حسینؑ نے تخت سے شریعت چھین لی، جن کے نام لے رہا ہوں وہ بادشاہ تو نہیں، یہ حسینؑ کا احسان ہے، کوئی شافعی ہے، کوئی ماکلی ہے، کوئی حنفی، کوئی حنبلی ہے، کوئی جعفری ہے، کوئی رشیدی نہیں بنتا، کوئی منصوری نہیں بنتا، کوئی مامونی نہیں بنتا، کوئی یزیدی نہیں بنتا، یہ حسینؑ کا احسان ہے اس لیے ہم کہتے ہیں حسینؑ تجھ پر ہمارا اسلام ہو، کیونکہ تو رضاۓ رب کے لیے آگے بڑھا۔ یہ بات میں روز عاشور کی نہیں کہہ رہا، یہ بات ہے کہ جب عبد اللہ بن عباسؓ نے پوچھا، کہ اے رسولؐ کے بیٹے، خدا کے لیے رک جائیے، کہا نہیں جانا ہے، کہا کہ اچھا اگر آپ جاتے ہیں تو یہ بچوں کو، عورتوں کو نہ لے جائیے۔ تو امام نے عجیب جملہ فرمایا اور کہا عبد اللہ ابن عباسؓ اللہ کی مرضی یہ ہے کہ ان بچوں کو قیدی دیکھے، ان عورتوں کو اسیر دیکھے، کس میں طاقت ہے، کس میں دم ہے، ہاں بڑی منزل رضا ہے، کہ جو منی میں خلیل ہاتھ میں چھری لیے بیٹے کو ذبح کرنا چاہتا ہے، لیکن خلیلؓ سے یہ تو پوچھو کہ جب تم کے میں بیت اللہ کے پاس بیٹے کو چھوڑ کر گئے تھے تو کیا ذعا کی تھی خلیلؓ تم نے ”بار الہہ“ یہاں میں نے چھوڑا ہے، ان کو آبادر کھنا، ان کو شرات دینا کیوں خلیلؓ تمہیں بڑا خیال ہے کہ میں نے چھوڑ دیا

ہے تو آباد ہی رہیں۔ شرات بھی ملیں، خوش بھی رہیں، حسین کیسے دعا کرے؟“ خلیل
کو تو حق ہے کہ دعا کرے، حسین کیسے دعا کرے؟ حسین کیا دعا نہیں کر سکتا۔ قدم قدم
پر دعا کر رہے ہیں، لیکن یہ ہے کہ مالک سب کچھ ہے تو جانتا ہے، میں یہ کیسے کہوں کہ میں
کسی کا باپ نہیں، میں یہ کیسے کہوں کہ میں کسی کا بھائی نہیں، میں یہ کیسے کہوں کہ میرا جوان
بیٹا نہیں، سکینہ میری لاڈی بیٹی نہیں، لیکن تو جانتا ہے۔

کہوں گانہیں کہ تیری رضا کے منافی ہے، آئندہ کا یہ اصول ہے۔

امام صادقؑ گھبرا جاتے ہیں، بیٹا بیمار ہے، لوگوں نے پوچھا، یا بن رسول اللہؐ کیا
بات ہے کہا بیٹا بیمار ہے۔ تھوڑی دیر بعد پھر اندر سے آئے، لوگوں نے دیکھا چہرہ بحال ہے،
کہا مولا بیٹا کیا شفاء پا گیا؟ کہا نہیں مر گیا۔ کہا پہلے تو آپ عالمگین تھے، کہا: ہم نے چاہا کہ وہ
نہ مرے لیکن جب مر گیا تو رضاۓ رب سامنے آگئی۔ امامت کا مزار ج سمجھ گئے تاں آپ!
مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے۔ بڑی حیرت ہوتی ہے، کہ اتنی مقدس شخصیتیں جن
کے دلیل سے اللہ سے مانگا جائے تو دعا پوری ہو جائے اور وہ اگر بالکھول کرنے سب
آ جاتی کہ بار الہا! میرے بھائی کو بچانا تو آسمان کے فرشتے کہاں تھے۔

مگر بھائی بھی راضی ہے، بہن بھی راضی ہے، بڑی سخت منزل ہوتی ہے میں تو
تصور بھی نہیں کر سکتا، حسین نے تصور کو جو تصور میں نہیں آ سکتا، اس کو حقیقت میں بدل دیا،
یعنی آپ خود انسان ہیں اور کسی کے جذبات کو محسوس کر سکتے ہیں۔ چھری مجھے لگ جائے
..... برداشت، گردان کث جائے برداشت، بیٹا مر جائے برداشت، بھائی مر جائے
..... برداشت، لیکن جب کوئی آخری وقت دیکھے کہ مردوں میں کوئی نہیں رہا اور صرف
عورتیں ہی عورتیں، تو وہ یہ نہیں کہے گا کہ کیا یہ مکہ ہے جو خلیل چھوڑ کر جا رہے ہیں، وہاں تو
کوئی دشمن اسمعیل اور حاجرہ کا نہیں تھا۔ مگر یہاں تو دشمن موجود ہیں، کس سے کہیں؟
مسلمانوں سے کہیں، مسلمانو! میں جا رہا ہوں، ذرا خیال رکھنا، کس سے کہیں؟ تو اس
نے کہا الٰہی!

اے فریداری کرنے والے! میں جا رہا ہوں اور جانتا ہوں بعد میں کیا ہو گا۔

رِضاً بِقَضَائِهِ وَتَسْلِيْمًا لِأَمْرِهِ

تیری رضا پر راضی ہوں، اور تیرے فصلے پر میں مطمئن، اور نہیں نہیں بلکہ ایک مرتبہ جب جانے لگے تو پیروں پر ذوالجناح کے سکینہ لپٹ گئی۔ ذوالجناح نے آگے چلنے سے انکا دکیا، حسین نے کہا ذوالجناح اب تو عصر کا وقت آگیا ہے۔ اب تو منزل قریب ہے، ذوالجناح نے اشارہ کیا کہ سکینہ سموں سے پیشی ہوئی ہے۔ کہہ رہی تھی کہ گھوڑے بابا کو نہ لے جاؤ۔ واپس نہیں آئیں گے۔ کیونکہ چچا عباس بھی یہی کہہ کے گئے تھے، تو تو بلاۓ گا تو میں سکینہ کو چھوڑ دوں گا۔

سکینہ تو بھی وعدہ کر کہ جب طمانچے پر دیں گے، ذر چھینے جائیں گے، تو شو آواز استغاشہ بلند نہیں کرے گی۔ سکینہ نے حسین کے گلے میں باہمیں ڈال دیں۔ بابا..... میں وعدہ کرتی ہوں۔

شام غریباں آگئی، خیموں میں آگ لگ رہی ہے، سکینہ کے کرتے میں آگ لگی ہوئی ہے۔ کوئی آگ بجھانے والا نہیں۔ ادھر خیمے سے آواز آرہی ہے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

تبیع کی آواز، اور ادھر نسب حسین کی لاش پر کھڑی ہوئی کہہ رہی ہیں۔ یا الٰہی! یہ قربانی قبول ہو جائے۔ یہ قربانی قبول ہو جائے!

علم

(علامہ نصیر الاجتہادی)

﴿يَا أَبْتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَالَمْ يَاتِينِكَ فَاتَّيْغُنِي أَهْدِيْكَ صِرَاطًا سَوِيًّا﴾

جناب حضرت ابراہیم اپنے پچھا آذر سے کہتے ہیں کہ میرے پاس جو علم آیا ہے وہ آپ کے پاس علم نہیں، میری پیروی کیجئے! میں آپ کو سیدھے رستے پر لے چلوں گا۔
 یہ کون سا علم ہے جو حضرت ابراہیم کے پاس ہے اور آذر کے پاس نہیں؟
 ایک انسانی علم ہوتا ہے، اور ایک غیبی علم ہوتا ہے۔ ایک کبی علم ہوتا ہے اور ایک وہی علم ہوتا ہے۔ ایک مادی علم ہوتا ہے اور ایک روحانی علم ہوتا ہے۔ مأخذ علم کے اعتبار سے مادی علم کی دو قسمیں ہیں، ایک بلا واسطہ اور ایک بالواسطہ.....!
 بلا واسطہ کی تین قسمیں ہیں۔ وجود، وجہان، فطرت، وضاحت اولیہ۔
 وجود ان یعنی اپنے وجود کا احساس۔ فطرت جیسے طاریں صحرائی کا اپنے بچوں کو اڑانا اور طاریں آپی کا اپنے بچوں کو تیرانا اور وضاحت اولیہ جیسے بھوک، پیاس کا احساس اور گرمی و سردی کا احساس.....!

بالواسطہ کی دو قسمیں ہیں، ایک علم بلا احساس، ایک علم با عقل، انسان کے پاس پانچ وقتیں ہیں، باصرہ، سامعہ، شامیہ، ذائقہ، لامسہ۔ یہ حواس جب محسوس کرتے ہیں تو

اس کو علم با عقل کہتے ہیں۔

لیکن علم سے ہماری مراد یہ علم نہیں ہے، بلکہ ہماری مراد علم سے وہ علم ہے جو پرداہ غیب سے انبیاء کرام پر تازل ہوتا ہے۔ علم اس کو بھی کہتے ہیں لیکن اس پر علم کا جزوی اطلاق ہوتا ہے اور جس علم کو انبیاء کرام حاصل کرتے ہیں اُس پر علم کا کلی اطلاق ہوتا ہے۔ علم کے مترادفات دیکھ کر عقلیت پسندوں کو دھوکہ ہو گیا، کہ یہ بھی علم ہے۔ حالانکہ وہ علم نہیں تھے۔ تو اب ہم علم کے مترادفات آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں کہ جن پر علم کا جزوی اطلاق ہے تاکہ انہیں آپ علم کامل نہ سمجھیں۔ پہلے ادراک یعنی الائقاءِ المَسْتَوْل یعنی مدرک تک پہنچنا البدعات ہی معرفۃُ الْحَاقِلَةِ بِالْأَصْلِ لا بِسَبِبِ الْفِكْرِ، اس کے آگے بدیعت ہے، جس کے معنی ہیں وہ معرفت جو بغیر فکر کے ہو، اس کے آگے ہے التصور، بدیعت ادراک مدرک بِكِمالِه، مدرک کا کامل ادراک، اس کے آگے ہے الشذگر، ہی صورۃ محفوظۃ صورۃ محفوظہ کا اپس آنا، اس کے آگے ہے وجہان صورۃ زائلۃ صورت زائلہ کا پایا جانا، اس کے آگے ہے الذهکاء، جس کے معنی ہیں شدةُ الحس، اور اس کے آگے ہے العلم، جس کے معنی ہیں حضول صورۃ بِالْأَصْلِ، اصل صورت کا عقل میں آنا، اس کے آگے ہے الحق تجسس بین الطرفین جس کے معنی ہیں دو طرفوں میں سے تیج کا راستہ اختیار کرنا۔
(نصرۃ صلوٰۃ)

اس کے آگے ہے الحکمة، العِلْمُ زِبْدَةٌ فِيهِ حَقَائِقُ الْأَشْيَاءِ عَلَى مَا يَلِيقُ بِحَيْثُ طَاقَةُ الْبَشَرِیَّةِ، وہ علم ہے جس میں حقائق اشیاء پر بحث کی جائے، بقدر طاقت بشری، اس کے آگے ہے الْحَاضِرُ الْخَاطِرُ جس کے معنی ہیں حاضر

بِالنَّفْسِ، اس کے آگے ہے الْخَبْرِی۔ جس کے معنی ہیں عِلْمُ
الْمُجَرَّبَاتِ، مجرّبات کا علم ہونا اس کے آگے ہے الْخِيَالِ، جس کے معنی ہیں الْعِبَارَةُ
عَيْنُ الصُّورَةِ، صورت سے مراد ہے اس کے آگے ہے شُعُورُ الدِّرَاكِ بغیر
استثنایاً، بغیر بثوت ادراک ہونا چاہے، اس کے آگے ہے الْذَّهَنُ، اعتقاد
الراجح، جو زدنی پہلو ہوا س کا اعتقاد کرنا، اس کے آگے ہے، انواعِ اعتقاد غیر
المرجوع غیر زدنی پہلو ہوا س کا اعتقاد کرنا، اس کے آگے ہے الفهم، جس کے معنی
ہیں الحصول صورة شئی، اس کے آگے ہے الفتنة، وہی تنبیہ الشیء،
شئے سے آگئی، اس کے آگے ہے الفکر وہی وقوف علی عرض المخاطب
اور وقف ہونا۔ غرض مخاطب پر اور اس کے آگے ہے الفرات، استدلال من خلق
الظاهر علی خلق باطن، خلق ظاہر سے خلق باطن پر استدلال کرنا۔ اور اس کے آگے
ہے الفکر، ترتیب الامور معلومتہ لاتعدی الی مجھوں، امور معلومہ کو اس
طرح معلوم کرنا کہ مجھوں سامنے آجائے، ناجھوں شعور میں آجائے (نرہ صلوٰۃ)
یہ ہیں علم کے متادفات.....! جن پر شبہ ہوتا ہے کہ یہ علم ہیں لیکن یہ علم
نہیں ہیں۔ علم کلی و حقیقی جو ہے وہ علم انبیائے کرام ہے، جس کو زبانِ دین میں وحی کہتے
ہیں۔ لہذا ہم اپنا ہاتھ انبیائے کرام کے ہاتھ میں دیں گے۔ فلاسفہ کے ہاتھ میں نہیں
(نرہ صلوٰۃ)

کیونکہ فلاسفہ کا علم ظنی ہے: ﴿وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِنْ يَتَبَغُّونَ إِلَّا
الظُّنُنُ وَإِنَّ الظُّنُنَ لَا يَغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾ (الجم: ۵۳)
قرآن حکیم کہتا ہے کہ ان کے پاس علم نہیں..... ظن ہے اور ظن حق کی جگہ نہیں

لے سکتا۔ تو ہم فلاسفہ کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیں گے۔ اس لیے کہ فلاسفہ جو ہیں وہ ظن رکھتے ہیں اور زندگی کا سفر اذل سے لیکر اب تک کا سفر شکر و ریب کے سیارے پر نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے یقین کے براق کی ضرورت ہے۔ (نعرہ حیدری)

اور دنیا سے آخرت کا سفر تذبذب اور تشکیل کی کشتوں شکستہ پر نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے سفینہ نجات کی ضرورت ہے۔ لہذا ہم فلاسفہ کے پاس، جن کے پاس گمان ہے، ظن ہے، وہم ہے، ان کے پیچھے نہیں چلیں گے۔ وہ جواب اہم نے کہا تھا کہ فَاتَّبِعُونِي
میرے پیچھے چلنے۔ کیونکہ میرے پاس علم ہے تو ہم اس کے پاس چلیں گے کہ جن کے پاس علم ہے۔ (نعرے)

اور فریب خوردہ دانش علم کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ خود فلاسفہ بھی اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہمارے پاس علم نہیں ہے۔ یہ ہیں کیلیفونریا کی رسیدگاہ کے ڈاکٹر الیگزنڈر سے پوچھا کہ آپ ہمیں کائنات کے بارے میں بتائیں تو انہوں نے کہا کہ کائنات اس طرح مرتب ہوئی ہے کہ اس کا نہ پہلا ورق ہمارے سامنے ہے اور نہ ہی آخری ورق ہمارے سامنے ہے۔ ہم اس کے متعلق کیا بتا سکتے ہیں اور ان سے ملتے یہ ہیں مشہور فلسفی برگسان، کیا ہم فلسفے کی روشنی میں سفر طے کر سکتے ہیں؟ تو کہتے ہیں کہ عقل کی روشنی میں زندگی کا سفر اس لیے طے نہیں ہو سکتا کہ عقل ایک خاص مقصد کیلئے بنائی گئی ہے۔ جب اس بلند مقصد کی طرف عقل جائے تو وہاں ممکنات کا سراغ لگا سکتی ہے۔ حقیقت کا پتہ نہیں بتا سکتی۔

اور یہ ہیں فلسفی سرنجیز یہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حقیقت متعلقہ تک نہیں پہنچے، ہم فلسفیوں اور سائنس دانوں کی مثال مشہور عالم تمثیلی افلاطون یہ ہے کہ ہم زنجروں میں

جگڑے ہوئے ہیں۔ غار کے کنارے بیٹھے ہیں اور اندر ہیرے کی طرف منہ ہے۔ اجائے کی طرف پشت ہے۔ جو کچھ نظر آتا ہے وہ چلتی پھرتی پر چھایاں ہیں اور کبھی کبھی مدھم سی کرن نظر آتی ہے اور ممکن ہے وہ بھی فریپ نظر ہو اور یہ ہے مادیت کے امام ہیکل جو کہتے ہیں کہ آج بھی ہم کائنات کی عقدہ کشائی سے اتنے ہی دور ہیں جتنا دو ہزار چار سو سال قبل حکما یونان اور دوسو سال قبل گوئے اور سو سال قبل نبوث۔

اور یہ ہیں سر فرانس یونگ جو کہتے ہیں کہ ہم فلسفی اور سائنس دان یہ کہتے ہیں کہ علم کا سمندر بے کنار ہے۔ اور اک مشہور فلسفی کا کہنا ہے کہ ہم کتنی ہی پرواز کر سکیں، بہر حال ہمیں جہل کا اقرار کرنا پڑتا ہے اور یہ ہیں نبوث جو کہتے ہیں کہ میں سمندر کے ساحل پر سپیاں چن رہا ہوں، موتی کا پتہ نہیں ہے اور یہ ہیں ستر اط جو کہتے ہیں کہ میں یہ جانتا ہوں کہ کچھ نہیں جانتا.....!

تو اب سمجھے کہ ہم فلاسفہ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دے سکتے، انہیاں کرام کے ہاتھ میں ہاتھ دیں گے، کیونکہ ان کے پاس علم ہے، یقین ہے، ودیعت ہے اور ان کے پاس ظن ہے، وہم ہے، گمان ہے، قیاس ہے، تقلید ہے۔

تو اب دونوں میں آپ فرق دیکھ لیں، ایک کہتا ہے کہ میرا یہاں سے فاصلہ وہاں تک چالیس گز ہے (اندازے سے) ایک فیتے سے ناپ کر کہتا ہے کہ پنٹا لیس گز ہے، تو فیتے کی ناپ صحیح ہو گی کیونکہ وہ مرتب و منظم اسی لیے ہوا ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ آسمان حد نظر ہے۔ اور ایک کہتا ہے کہ میں آسمانوں کی سیر کر کے پلٹا ہوں۔

(بآوازِ بلند نعروہ صلوٰۃ)

ایک کہتا ہے کہ قبر میں اندر ہرا ہے، ایک کہتا ہے کہ میں وہاں موجود ہوں گا اور

جہاں میں موجود ہوں گا وہاں سویرا ہے۔ ایک کہتا ہے کہ جنت کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ ایک کہتا ہے کہ میں جنت و دوزخ کا با بننے والا ہوں۔ ایک کہتا ہے کہ کوثر ایک افسانہ ہے، ایک کہتا ہے کہ میں اس کا ساتھی ہوں وہ میرا منے خانہ ہے۔

اپک کہتا ہے اندر ہیرے میں چھلانگ موت ہے، لیکن ایک کہتا ہے نہیں مرنے کے بعد اٹھنا ہے۔ یا جنت مقام ہے یا دوزخ میں ٹھکانہ ہے۔ تو اب آپ سمجھے! ایک طرف نور ہے، ایک طرف تاریکی۔ ایک طرف موت ہے تو ایک طرف زندگی۔ ایک طرف سرکشی ہے اور ایک طرف بندگی۔ ایک طرف زوال ہے دوسری طرف پائندگی۔ ایک طرف غلتمت کا سکھ ہے دوسری طرف ذوفشان مشعل۔ ایک طرف فلسفے کی نادانی ہے، دوسری طرف علم کی ہمہ دانی، ایک طرف الجھے ہوئے مسائل ہیں، دوسری طرف سمجھے ہوئے وسائل۔ ایک طرف نیوٹن، فرانس، کانت، گوئے کا ذیرہ ہے اور ایک طرف موسیٰ، عیسیٰ، مصطفیٰ کا چہرہ ہے۔ ایک طرف ڈائس ہے، میکاولی ہے، دوسری طرف حسین ہے، علی ہے۔

تو ہم اس کی طرف جائیں گے، کس کی طرف جانا ہے۔ ہم تو انبیاء کرام کی طرف جائیں گے جن کو علم غیب سے ملا ہے اور ہر ایک (نبی) کو ملا ہے۔

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًاٰ إِلَيْكُمْ مِّنْ أَنفُسِكُمْ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ

لِيَقُومُوا بِالنَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ (الحمدی: ۲۵)

ہم نے اس لیے کتابیں اتاریں، رسول اتارے کہ ان کے ساتھ دلائل بھی ہوں۔ دعوے بھی ہوں، برائیں بھی ہوں۔ اور علم کے ساتھ ساتھ کتاب بھی ہو، علم و حکمت بھی ہو، تاکہ معاشرہ انسانی انصاف پر قائم ہو سکے۔

توب آپ سمجھیں کہ ہر نبی کو علم ملا، کسی کو بچپنے میں ملا،
 ﴿يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَّ اتَّهَنَاهُ حُكْمًا صَبِيًّا﴾
 اے یحییٰ! کتاب کو تھام، ہم نے بچپنے میں حکمت دے دی۔
 اور کسی کو گھوارے میں ملا۔

﴿إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ أَتَانِي الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا﴾
 میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور مجھے نبوت ملی ہے اور کتاب ملی ہے۔
 اور کسی کو پیدائش سے پہلے ملا۔

﴿قَالُوا لَا تَوْجُلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلَيْهِ﴾

خوفزدہ ابراہیم نہ ہو ہم تم کو ایسے بچے کا پتہ بتاتے ہیں۔ بشارت دیتے ہیں کہ
 جس سے علم کبھی جدا نہیں ہوگا۔۔۔۔۔ اور کسی کو علم خصوصی ملا۔

﴿عَلِمَ آدَمَ الْأَشْعَاءَ كُلُّهَا﴾

آدم کو اسامہ حسٹی ملے اور یہ ہیں یوسف

﴿وَ عَلِمْنِي مِنْ تَاوِيلِ الْأَحَادِيثِ﴾

بارالہا! تیرا شکر یہ کہ تو نے تاویل احادیث کا علم دیا اور یہ ہیں داؤڈ

﴿وَ عَلِمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُؤْسِ لَكُمْ﴾

کہ اللہ کہتا ہے کہ ہم نے ان کو زرہ تمازی کا علم دیا۔

اور یہ خضر علیہ السلام ہیں، جسے علم لدنی ملا۔ ﴿وَ عَلِمْنَاهُ مِنْ لَذْنَا﴾

اور یہ ہمارے حضور ہیں کہ

﴿وَ عَلِمْكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَ كَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾

جو کچھ ہے رسول جو تمہیں معلوم نہ تھا وہ سب کچھ ہم نے بتا دیا۔

تو ہمارے رسول کو سب کچھ مل گیا، سب کچھ بتا دیا گیا،

﴿الرَّحْمَنُ عَلِمُ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ﴾

پہلے قرآن آیا، پھر خلقت آئی، تو ہمارے حضور کو ہر چیز کا علم مل گیا اور غیب کے پردے کھل گئے، وہ کہتے ہیں: ﴿وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾

اللہ تعالیٰ کے لیے ہی غیب ہے، تم رسول کے لیے کیسے کہتے ہو؟ ہاں بھیک ہے،

غیب اللہ کیلئے ہے، ذاتی طور پر غیب اللہ کا ہے اور صفاتی طور پر رسول کا ہے۔

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يَظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدٌ إِلَّا مَنْ ارْتَضَى مِنَ الرُّسُلِ﴾
(آلجن: ۲۶)

وہ عالم الغیب ہے کسی کو غیب کا علم نہیں دیتا، ہاں مگر وہ رسولوں میں سے جو کوئی

مرتضی ہوتا ہے۔

﴿وَلِكُنَّ اللَّهُ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ﴾

اور کہیں کہتا ہے میں رسولوں کو دیتا ہوں، جو مجتبی ہوتا ہے۔ تو ہمارے رسول

سے زیادہ مرتضی اور مجتبی اور کون ہوگا؟ کیا کوئی ہمارے رسول سے بڑا ہے؟

آدم سے لیکر عیسیٰ تک، میرے رسول کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ جس کی حیات کی

خیرات نے خضر کو عمر جاودا نی دے دی، جس کے عزم کی بھیک نے یوسف کو حکمرانی دے

دی، جس کے فیض وجود نے عیسیٰ کو زندگانی دے دی، اور جس کی سنت نے قیامت تک

کے انسان کو شریعت ربانی دے دی۔ اور جس کی عظمت کے عروج نے قوسین کو نظارہ دے

دیا، اور جس کی رحمت کے نزول نے کوئین کو سہارا دے دیا۔ (نعرے)

طائراً ان انجیلی کہاں، طاہر ان قرآنی کہاں، باسط سلیمانی کہاں، اور ارض
وسماء کی حکمرانی کہاں، مقام خلعت کہاں، مقام حمیپ یزدانی کہاں؟!
طورِ مکانی کہاں، لامکانی کہاں، بن ترانی کہاں، من دانی کہاں، طور پر پرمہمانی
کہاں، نور پر میزبانی کہاں، اور جو قابِ تو سین کی فضاؤں میں پرواز کر رہا ہو وہ
فردِ انسانی کہاں اور جس کا سایہ نہ ہواں کا ثانی کہاں؟! (نعرے)
اللہ نے جتنا مناسب سمجھا علم دیا۔ اور ایسا لفظ اختیار کیا جس پر کسی فرقہ کو اختلاف نہیں۔

﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَيْقَنِ﴾

رسول کی تعریف میں ہے کہ وہ غیب پر بخیل نہیں ہوتا، یعنی اس نے چھپا کرنیں
رکھا تقدیم کر دیا۔

صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے کہ رسول اللہ نے ہمارے ساتھ فجر کی نماز پڑھی
اور منبر پر تشریف لے گئے اور خطبه دیا۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت آیا۔ نماز پڑھی، اور منبر پر
آئے تو ہم کو جو ماضی میں تھا وہ بھی بتایا اور جو ہونے والا ہے وہ بھی بتایا توب قرآن بھی
کہہ رہا ہے۔ حدیث بھی کہہ رہی ہے اور صحیح مسلم کا تقاضا یہ ہے کہ تسلیم کیا جائے! تو
آپ دیکھیں کہ حضور نے چھپا کرنیں رکھا۔ حضور سراج منیر ہیں، جب روشن آفتاب
اپنی کرنیں کسی سے نہیں چھپاتا، بلکہ اس کی کرنیں جس طرح شاہی محل کے ٹلسمن کدھ پر
ضوفشاں ہوتی ہیں، ابھر باراں کے چھینٹے جیسے نشیب پر پڑتے ہیں ویسے ہی فراز پر، ہر
قطعہ کشادہ، قطعہ افتادہ پر، ہر سدا ایجاد پر، کوئی تمیز نہیں رہتی اس کی عطا مسلسل ہے۔ لیکن
ایک شے ہے صلاحیتِ ظرف، یہ فیاض کے پاس نہیں ہوتا، یہ الگ سے عطا ہے الی ہے
یہ انسانوں میں ہی نہیں بلکہ مخلوقات میں بھی دیکھئے۔

آفتابِ عالم تاب کی کر نہیں، ہر خشک و تر پر پڑتی ہیں۔ خشت و مجر کے قلب
و مجر پر، کچھ پتھر بندیبی کی چادر اوڑھ کر سونے رہتے ہیں اور آفتابِ عالم تاب کی
کرنیں طاڑانہ ادھر ادھر سے گزر جاتی ہیں۔ کچھ پتھر اپنا دستِ شوق بڑھا کر، جلوؤں کو
سینیٹ کر اپنی دنیارنگ و بو سے آباد کر لیتے ہیں۔

کوئی زمرد بنا، کوئی پکھراج بنا، کوئی نیلم، کوئی درِ نجف، اب اگر پتھر کہیں ہم بھی
سنگ یہ بھی سنگ، ہم بھی پتھر، یہ بھی پتھر، تو دنیا کہے گئی تھیک ہے، تم بھی سنگ، یہ بھی سنگ،
مگر تمہارا رنگ اور ان کا رنگ اور۔ تمہارا ڈھنگ اور ان کا ڈھنگ اور، تم پیر میں آنے کے
قابل، یہ تاجِ شاہی کی زینت بننے کے لائق، تم عمارت کے لائق، یہ زیارت کے لائق، تم
جمکلنے کے قابل، یہ رکھنے کے قابل، تم سنگِ آستانہ بننے، یہ انوٹھی کا گھینہ بننے، تم پیر میں
آئے، یہ سرپر آئے، تم فرش مکیں، یہ عرش نشیں، تم جگہ جگہ، یہ کہیں کہیں۔ (نصرے)

اسی طرح آپ دیکھیں کہ ایک ہی کان میں کوئلہ بھی ہے، ہیرا بھی.....!
ایک کالا، ایک گورا، ایک سیاہ، ایک سفید، ایک ادنی، ایک اعلیٰ، ایک کفر کی آب دکل،
ایک مومن کا دل۔ (نصرۃ صلوٰۃ)

اب اگر کوئی کہے کان ایک ہے، مکان ایک ہے، خاندان ایک ہے۔ اب آپ
سمجھے کہ ایک تاجِ شاہی میں ضودیتا ہے اور ایک انگیٹھی میں نودیتا ہے۔ (داد و تحسین)
ایک محروم، ایک پرفیض باری، ایک نوری، ایک ناری۔ ہوا ایک، فضا ایک،
ماحول ایک، حکایت ایک، روایت ایک، لیکن وہی قوتِ فاعلیہ، کہیں گل بنی، کہیں خار،
اب اگر خار، گل سے کہے، ایک ہی نسل ہے ایک ہی اصل ہے ایک ہی شجرہ ہے تو گل کہیں
گے کہ ہم میں رنگ و بو کا امتزاج، تم بد رنگ و بد مزاج، ہم گلے کا ہار، تم ذلیل

وخار.....!

(نرہ حیدری)

اسی طرح جب حضور نے خطبہ دیا تو منافقین بھی تھے، صحابہ کرام بھی تھے،
صحابہ کرام کو سب کچھ مل گیا اور منافقین سر پشتے ہوئے باہر نکل گئے۔

﴿قَالُوا لِلّٰهِ مَا يَعْلَمُ اُولُو الْعِلْمُ مَا قَالَ آنفًا﴾

قرآن کہتا ہے کہ جب دربار سے نکلتے ہیں تو صاحبان علم سے پوچھتے ہیں کہ ابھی
رسول کیا کہہ رہے ہے؟ تو منافقین کو پوچھنہیں ملا، صحابہ کرام کو سب کچھ مل گیا۔ اب ان
میں کوئی قوی الحافظ ہے، کوئی غیر قوی الحافظ، کسی کے لیے ذعایے خصوصی بھی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ!

إِنِّي أَشْعَمُ أَشْياءً كَثِيرَةً وَلَا أَخْفَظُهَا.

میں بہت سی چیزیں آپ سے سنتا ہوں لیکن یاد نہیں رکھ سکتا۔ تو حضور نے فرمایا
يَا أَبَا الْهَرَيْرَةِ! فَابْسُطْ رِدَاكَ عَلَى الْأَرْضِ.

اے ابو ہریرہؓ اپنی چادر زمین پر پھیلا دے، کہتے ہیں۔

فَبَسَطَكَ وَحَفِظَكَ حَدِينًا وَلَمْ نَسِينَ حَرْفًا وَاجِدًا.

حضور نے بہت سی حدیثیں سنائیں۔ جن میں سے ایک بھی میں بھول نہ سکا۔ تو
آپ نے دیکھا کہ اگر ابو ہریرہؓ کی چادر ہو اور رسولؐ کچھ پھونک دیں تو حافظہ ایسا کہ
کچھ نہ بھولے تو اگر حضرت ابو ہریرہؓ کی چادر میں اتنی تاثیر ہے تو جس پر چادر تطمیہ رہا
دی ہو، ان کا کیا حال ہو گا۔

(نرہ صلوٰۃ)

اور جن سے روایت بھی ہے کہ خود حضرت علی فرماتے ہیں کہ

إِنِّي أَخْضُرُ كُلَّ يَوْمٍ وَكُلَّ لَيْلٍ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ.

میں ہر دن و رات رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔

إذْ سَأَلَ فَاجَابَ۔ جب سوال کرتا تھا تو جواب ملتا تھا،

وَإِذَا خَتَّمَ مَسَائِلِيَّ وَسَكَثَ فَابْتَدَأَ۔

اور جب مسائل ختم ہو جاتے تھے اور میں چپ ہو جاتا تھا تو پھر سے ابتداء کرتے تھے۔

وَمَا نَزَّلَتْ آيَةُ الْقُرْآنِ إِلَّا قَرَأً يَنْسِيهَا وَأَمْلَأُنِي۔

تو اسکی قرآن کی کوئی آیت نہیں اتری جو حضور نے مجھے پڑھائی نہ ہوا اور مجھے لکھوائی نہ ہوا،

میں نے اپنے ہاتھ سے لکھا اور رسول نے دعا کی کریے مجھے سمجھ میں آجائے اور یاد رہے۔

اور پھر میں نے جب یاد کر لیا تو کچھ نہیں بھولا.....! (نصرے)

اور مجھے اس کی تاویل بھی بتائی، اور مجھے لکھوائی۔

فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى صَدَرِي وَدَعَا اللَّهَ۔

اور پھر حضور نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا، اور اللہ سے دعا کی کہ!

أَنْ يَئْلَأَ صَدَرِي بِعِلْمٍ وَنُورٍ وَفَقْهٍ۔

میرے سینے کو علم سے، نور سے، فقہ سے لبریز کر دے۔

وَلَمْ أَنْسَهَا حَزْنًا وَأَجْدَأَ۔ اس کے بعد ایک حرف بھی فراموش نہیں ہوا۔ (نصرہ حیدری)

علامہ شبلی نعمانی سیرت نعمان کے صفحہ نمبر ۲۲۱ پر لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ کو اس

لیے رسول کے احوال سے مطلع ہونے کا موقع ملا کہ بچپن سے ان کے ساتھ تھے۔ اور

جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کشیر الروایت کیوں ہیں؟ یعنی زیادہ روایت کیوں کرتے

ہیں؟ تو کہا اس لیے کہ جب پوچھتا تھا تو جواب دیتے تھے اور جب چپ ہو جاتا تھا تو خود

شروع ہو جاتے تھے۔ (نصرہ صلوٰۃ)

اسی لیے حضور نے فرمایا: يَا أَعْلَمُ! الْبَزُمُ التَّوْجِينَدُ فَإِنَّ رَاسَ مَالِيِّ:

تو حیدر کو لازم پڑکر وہ میرا سرمایہ مال ہے۔

وَالْزِمُ الْعَمَلَ اور عمل مسلسل کرتا رہے، ائمَّةٍ حِزْبِتِنِی کو وہ میرا پیشہ ہے۔
وَالْزِمُ الصَّلَاةَ إِنَّهَا قُرْءَةٌ عَيْنِنِی اور نماز مسلسل پڑھتا رہے کہ وہ میرے آنکھوں کی
محضہ کے ہے۔ وَ اذْكُرِ الرَّبَّ اور رب کا مسلسل ذکر کرتا رہے۔ ائمَّةٍ بَصِيرَةٌ
فُؤَادِی کیونکہ وہ میرے دل کی بصیرت ہے اور فَاسْتَغْفِلِ الْعِلْمَ إِنَّهُ مِنْ رَانِی،
علم کو استعمال کر کہ وہ میری میراث ہے۔ (نعرے)

جب رسولؐ کہہ دیں کہ استعمال کر..... اور علیؐ استعمال نہ کرے تو
خلاف حکم رسولؐ ہے کہ نہیں؟ لہذا استعمال کرتے ہیں:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ سَلُوْنِی قَبْلَ أَنْ تَفْقَدُوْنِی ،
هَذَا ضَبْطُ الْعِلْمِ، هَذَا الْعَابُ رَسُولُ اللَّهِ

لوگو.....! پوچھو قبل اس کے کہ میں دنیا سے اٹھ جاؤں، یہ علم کا خزانہ ہے،
یہ لعاب رسولؐ ہے، اسے رسولؐ نے مجھے پلاایا ہے۔

کاش مجھے آرام و سکون کی مند ملتی تو میں: وَجَلَسْتُ وَأَفْتَ أَهْلَ التَّوْرَاةَ
بِالْتَّوْرَاةِ وَأَهْلَ الْأَنْجِيلِ بِالْأَنْجِيلِ وَأَهْلَ الْقُرْآنِ بِقُرْآنِهِمْ .
تورات والوں کو (یہ نقطہ خاص ہے) تورات سے فتوی دیتا، اور انجلیل والوں
کو انجلیل سے فتوی دیتا، اور قرآن والوں کو قرآن مجید سے فتوی دیتا، میں کہوں گا یا علیؐ،
آپ تو عالم قرآن ہیں۔ تورات کی طرف کیسے جا رہے ہیں؟ انجلیل کی طرف کیسے
جا رہے ہیں؟ تو آپ نے کہا کہ میں عالم قرآن بھی ہوں، عالم تورات بھی اور عالم
انجلیل بھی۔ اس لیے کہ میں نمائندہ نظام مصطفیؐ ہوں۔

نظام مصطفیؐ بتارہے ہیں کہ تورات والوں کو تورات سے فتوی ملے گا، انجلیل
والوں کو انجلیل سے فتوی ملے گا اور قرآن والوں کو قرآن سے.....! معلوم ہوا
(تجہ اس نقطے پر) کہ نظام مصطفیؐ جہاں راجح ہو گا وہاں ایک کی فقہہ دوسرے کی فقہہ پر
سلط نہیں ہوگی۔ (نعرہ حیدری)

اب آپ کہیے کہ جب رسول کے علم کا سمندر، اور علم کا گھر، اور علیٰ سا علم کا در،
اور صحابہ کرام سے علم کا پیکر، جس قوم میں موجود ہو، وہ قوم جاہل کیسے ہو سکتی ہے۔
تو یہ جو نوے کروڑ مسلمانوں میں جہالت زیادہ ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ جن میں رسول جبھی
ہیں، علیٰ بھی ہیں، صحابہ کرام بھی ہیں، پھر بھی ہم میں جہالت تو اس کی وجہ کیا ہے؟
اس کی وجہ یہ ہے کہ ملوکیت علم کی دشمن ہے۔ حکمت پر قدغن ہے۔ آگئی کی
رہن ہے، ہم پر ملوکیت مسلط رہی۔

اٹالین فلسفی لکھتا ہے کہ اگر بادشاہت آدمی ہوتی تو اپنا نسب نامہ یوں بیان کرتی، میں
ظلم ہوں، میرا بابا پ شر ہے، میری ماں شرارت ہے، میرا بھائی فریب ہے، میری بہن حماقت
ہے، میرا اپچا نقصان ہے، میرا اماموں نفاق ہے، میرا بیٹا فخر ہے، میری بیٹی سستی ہے، میری
جنم بھومی نیستی ہے، میری قوم جہالت ہے، تو یہ اس لیے آگئی جہالت
!!!

تو ملوکیت علم کا آتفکدہ ہے، امامت علم کا گل کدہ ہے، ملوکیت فتن ہے، گمان ہے، وہم
ہے، تقویں ہے، امامت علم ہے، فتح ہے، حق ہے، یقین ہے، ملوکیت طغیان ہے، ظلمان
ہے، حذیان ہے اور امامت تورات ہے، انجیل ہے، زبور ہے، قرآن ہے۔ (نعرے)
ملوکیت تخت ہے، تاج ہے، تاراج ہے، اور امامت مند ہے، منبر ہے، علم کا
دوامی راج ہے، ملوکیت تاریکی ہے، شر ہے، اندھیرا ہے اور امامت روشنی ہے، روشنائی
ہے، کرم ہے، سوریا ہے۔ (اور ایک تاریخی جملہ کہہ رہا ہوں)

ملوکیت دربار میں بھی لرزہ بر انداز ہے، اور امامت مزار میں بھی مرجع خاص
(نعرہ حیدری) و عام ہے۔

ملوکیت جہالت کی جاگیر ہے، اور امامت علم کی چادرِ تطہیر ہے، ملوکیت
حیوانیت کی صبحِ خداں ہے اور امامت انسانیت کی شامِ غربیاں ہے۔
ہاں دوستو! ہم پہنچ گئے اپنے منزل پر.....!! ذرا آہستہ چلیے یہاں
لاشے پڑے ہوئے ہیں۔ وہ دیکھئے ایک طرف سینے پر برجھی کھائے ہوئے کوئی پڑا ہے

اور یہ کون ہے جس کا چہرہ پیچانا نہیں جاتا۔ اتنے گھوڑے دوڑے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ قاسم کالاشہ ہے اور یہ کون ہے جو دریا کے کنارے ہے اور ہاتھ کئے ہوئے ہیں۔ اور یہ سینے پر مشک رکھی ہوئی ہے۔ معلوم ہو کہ یہ عباس ہے اور کسی کی قبر نہیں بنی۔ یہ کس کی قبر بن گئی، معلوم ہوا کہ یہ علی اصغر ہے۔

دستو! انسانیت کے نام پر اجل ہے، علم کے نام پر مطالبہ ہے، ہم کبھی نہ روتے اگر مرنے کے بعد حسینؑ کو دفن کر دیا جاتا۔ شہداء کے لائے دفن ہو جاتے تو پھر ضرورت نہ تھی، لیکن جب ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ شام ہو رہی ہے اور نہ نسب کبریٰ فضہ کے پاس کھڑی دیکھ رہی ہیں کہ گھوڑے دوڑ رہے ہیں۔ اور گھوڑے رک گئے، معلوم ہوا کہ خرا کا قبیلہ آیا اور اس نے کہا کہ ہم اپنے لائے پامال نہیں ہونے دیں گے۔ پھر گھوڑے چلے، پھر رک گئے۔ معلوم ہوا کہ جیب بہن مظاہر کا قبیلہ آیا اور گھوڑے رک گئے۔ اب گھوڑے چلے تو رکتے نہیں۔ بی بی نہ نسب نے فضہ سے پوچھا اب گھوڑے رکتے کیوں نہیں؟ کہابی بی نہ نسب جس کا قبیلہ ہوتا ہے جس کا کنبہ ہوتا ہے جس کے عزیز ہوتے ہیں۔ ان کالاشہ کوئی پامال نہیں کرتا، اس وقت بی بی نہ نسب مدینے کی طرف متوجہ ہوئیں اور کہانا نانا! آؤ اور اپنے بچے کو بچاؤ۔ بی بی نہ نسب مظلوم ہے۔ (بس ختم کیا میں نے اپنا کلام)

عز ادارو.....!! خیموں میں آگ لگ گئی، حمید بہن مسلم راوی ہے کہ میں نے دیکھا ایک لڑکی پانچ سال کی خیمے سے نکلی، تو کانوں سے خون بہہ رہا تھا۔ اور دامن میں آگ لگی ہوئی تھی۔ میں نے کہابی بی، تو پچی ڈر کے مارے بھاگنے لگی۔ میں نے کہابی بی غہر جا، بی بی ڈر کے بھاگنے لگی۔ میں جلدی سے دوڑا تو بی بی منہ کے بل گر گئی، اور نخنے نخنے ہاتھ جوڑے۔ اے شخص مجھے ہاتھ نہ لگانا میں سیدہ کی پوتی ہوں۔

مقام مصطفیٰ

(علامہ نصیر الاجتہادی)

﴿وَالنَّجْمُ إِذَا هُوَىٰ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ وَمَا يَنْطِقُ
عَنِ الْهُوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ عِلْمٌ شَدِيدٌ الْقُوَىٰ ذُو مَرَةٍ
فَاسْتَوْىٰ وَهُوَ بِالْأَفْقَىٰ الْأَغْلَىٰ ثُمَّ دَنَّا فَتَدَلَّىٰ فَكَانَ قَابَ
قَوْسَيْنِ أَوْ أَذْنَىٰ أَوْ فَىٰ إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ﴾

یہ کائنات، یہ عالم ہست و بودخواہ تمثیل اسمائے خند کا نتیجہ ہو یا تحریر اسمائے
تصویبیہ کا اثر، یا رب النوع کی مصوری ہو یا دست صانع کی صورت گری، صادر اول کی
تحلیق ہو، یا عمل نوع ہست کی تخلیل، عالم مثال کا عکس مثال ہو یا قانون ارتقاء کافیض
جمال، بہر حال یہ وادی سہل و جبل، یہ آغوش جلوہ ہائے چیجیدہ، یہ کناریش ہائے ژولیدہ،
نتیجہ ہے خصائص نوعی و ذاتی کا، ورنہ یہاں حقیقت مطلقہ کے سوا کچھ نہیں

!

آئیے منطق و فلسفہ کے شہنشہ نشیں سے اتر کر پائیں باغ عوام میں گفتگو کریں
دیکھئے، جب ہم کہتے ہیں کہ یہ پتھر ہے، عقیق ہو کہ زمرد، یہ درخت ہے آم ہو یا
امرود، یہ جانور ہے فرس ہو یا شیر، یہ آدمی ہے زید ہو کہ بکر، یہ فرشتہ ہے میکائیل ہو کہ جریل،
یہ جن ہے ابلیس ہو یا زعفر، تو اے دانشور ان ملت آپ نے کبھی سوچا کہ وہ کون سی صفت

معیزہ تھی۔ وہ کون سی لازمہ ذاتیہ تھی، وہ کون سی ہمیٹ خاصہ تھی، جس نے پتھر کو پتھر بنا�ا، درخت کو درخت بنا�ا، جانور کو جانور بنا�ا، فرشتے کو فرشتہ بنا�ا، اگر کہیے کہ وجود مطلق تو وہ ہر ایک میں جاری تھا، اگر کہیے کہ فیض جاعل تودہ ہر ایک پر طاری تھا، اگر کہیے کہ قوتِ انعامیہ تو وہ ہر ایک پر مشتمل تھی، اگر کہیے کہ عکسِ مثال تودہ ہر ایک پر حاوی تھا، تودہ کون سی حد تھی جس نے مدد و دکیا؟ اور وہ کون سی سد تھی جس نے مدد دکیا۔ (نعرہ حیدری)

تو تمام اربابِ حکمت و منطق یہی کہیں گے کہ ہر شے کی بعض خصوصیات ہوتی ہیں جو اس کو دوسرا سے متاز کرتی ہیں۔ وہ خصوصیات ہوتی ہیں جس کی بناء پر ایک شے دوسرے سے متاز ہو جاتی ہے۔ تو اب اگر ہم وجود کے ساتھ بسیط کی قید لگائیں تو عالمِ باشنا اگر مرکب کی قید لگائیں تو عالمِ عناصر ہاگر ہم جامد کی قید لگائیں تو پتھر اور اگر ہم نباتی کی قید لگائیں تو درخت، اور اگر ہم نور کی قید لگائیں تو فرشتہ اور اگر ہم نار کی قید لگائیں تو جن اور اگر ہم ناطق کی قید لگائیں تو انسان، اور اگر ہم وجہ کی قید لگائیں تو نبی۔ (نعرہ صلوٰۃ)

تو معلوم ہوا کہ نبوت اک درجہ اعلیٰ وارفع ہے اور انسانیت کا مقام آخر ہے۔ یہ آج ہم جو نظریہ صدیوں سے بیان کرتے رہے ہیں آج مغربی مفکرین بھی وہی نظریہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ تھامس واکر اپنی کتاب دی یونیورسٹی میں لکھتا ہے کہ یہ روحانی رہنمای اس قدر بلند ہوتے ہیں کہ ان کو انسانوں کیلئے ایک جدا گانہ نوعِ قرار دینا چاہیے۔ یہ برگسان اور استھنر کے نقطہ نگاہ سے انسانیت کے مقام آخر پر جلوہ فرماتے ہوتے ہیں۔ اور انسان اور حیوان میں جو شے تمیز دیتی ہے یعنی شعور اور اخلاقی اقدار کا علم وہ ان میں انتہائی تکمیل تک پہنچا ہوتا ہے ان میں عام انسانوں سے مختلف خصوصیات ہوتی ہیں تو ان کی حیثیت ان تخلیوں کی ایسی ہے جو پنکھوں کی ترقی یا فتنہ میکھل ہے۔ تو اب آپ نے دیکھا مغربی مفکرین بھی

اس نقطہ نگاہ پر آگئے کہ یہ انبیائے کرام اور ہوتے ہیں اور ہم اور ہوتے ہیں ان کا سامنہ، ان کا باصرہ، انکا لامسہ، انکا شامخہ، ہم سے مختلف ہوتا ہے۔

وَقَالَ نُوحٌ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكُفَّارِ إِلَيْهِمْ يُخْلُوْ أَعْبَادَكَ وَلَا يَلْذُوْ آلاً فَاجْرًا كُفَّارًا۔ (نوح: ۲۶-۲۷)

نوحؐ نے جب نوسوالِ محنت کرنے کے بعد، جدوجہد کرنے کے بعد یہ دیکھا کفر کے پتھر میں سے زمی نہیں آ رہی ہے اور یہ محسوس کیا کہ ہدایت جو ہے " کفر کے پتھر میں سے زمی نہیں آ رہی ہے اور یہ محسوس کیا کہ ہدایت جو ہے " ابھی نقطہ آغاز پر ہے، اختتام تک نہیں پہنچی۔ ایک مرتبہ دماغی توہی مایوس ہو جاتا ہے کافروں سے، تو پھر دستِ دعا بلند ہوتا ہے کہ بارا بھا! رونے زمیں پر کسی کافر کو زندہ نہ رکھنا کیونکہ جتنی ان کی مخلوق آئندہ ہوگی (نسل) وہ سب کافر ہوگی، فاسق ہوگی آپ دیکھتے ہیں کہ یہ نبی کا باصرہ ہے۔ اک ہمارا باصرہ ہے کہ تم سامنے کے انسان کے عقیدہ کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ کس عقیدہ کا ہے اور نبی کا باصرہ اُس عروج پر ہے کہ وہ آنے والی نلوں کے اصلاح و ارحام کے پردوں کو چاک کر کے آنے والی نلوں کے کفر کی نشاندہی کرتا ہے۔ (نصرہ حیدری)

معلوم ہوا کہ ہمارا باصرہ اور ہے نبی کا باصرہ اور ہے۔

وَآذِنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجَّ يَاتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ

يَاتِينَ مِنْ كُلِّ فَجَّ عَمِيقٍ۔ (حج: ۲۷)

اے ابراہیم! آوازِ دوچ کی، لوگ پاپیاڑہ اور تیز رو سواریوں پر (ہم نے ضامر کا ترجمہ ذہلی اونٹیاں نہیں کیا ہے بلکہ تیز رو سواری کیا ہے کیونکہ ذہلی اونٹیوں سے مراد بھی تیز روی ہوا کرتی تھی) تو تیز رو سواریوں پر تمہارے پاس آئیں گے۔ ابراہیم کی آواز آج سے

چار ہزار سال پہلے بلند ہوئی اور وہ آواز جو حاجی جاتا ہے وہ لبیک، لبیک کہتے ہوئے جاتا ہے لبیک اسی وقت کہا جاتا ہے جب کوئی پکارنے والا ہوتا ہے۔ (نصرہ حیدری)
معلوم ہوا کہ ہر ہادی نے جناب ابراہیم کی آواز سنی تو ہماری آواز ایک دو میل نہیں جاتی اور ابراہیم کی آواز صد یوں کو طے کرتی ہوئی قیامت تک ہادیوں کے گوش سے محصل ہو جاتی ہے تو پھر اور آگے بڑھیئے نبی کاشامہ.....

**﴿وَلَئَنِّي فُصِّلَتِ الْعِينُ قَالَ أَبْوُهُمْ إِنِّي لَا جُدُّ رِبِّي
يُؤْسَفُ لَوْلَا أَنْ تُفْنِدُونَ﴾** (یونس: ٩٣)

ابھی قافلہ مصر سے چلانہیں تھا تو دوسو میل دور کنھان کا بوڑھا نبی جنح اٹھا کر میں یوسف کی خوبیوں محسوس کر رہا ہوں۔ (نصرہ)

تو ابھی قافلہ چلانہیں اور یہاں یعقوب کہہ رہے ہیں کہ میں یوسف کی خوبیوں محسوس کر رہا ہوں۔ وہیں برادران یوسف بھی ہیں۔ ان کو خوبیوں آتی، نبی کو خوبیوں آتی ہے، معلوم ہوا کہ نبی کاشامہ اور ہوتا ہے اور انسانوں کا شامہ اور ہوتا ہے۔

**﴿حَتَّىٰ إِذَا آتَوْا عَلِيًّا وَإِنَّ النَّفْلَ قَالَتْ نَمَلَةٌ يَلَائِهَا النَّفْلُ الدُّخْلُوا
مَسَكِينُكُمْ لَيَحْطِمَنَّكُمْ سَلَيْمَانٌ وَجُنُوْنَةٌ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ
فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِنْ قَوْلِهِ﴾** (آلہ: ١٨)

لشکر سلیمانی وادی نمل میں داخل ہوا تو ایک چیزوں نے کہا کہ اے چیزوں! تم سب اپنے اپنے سوراخوں میں چلی جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کا لشکر تمہیں پامال کرتا ہوا چلا جائے۔ (فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِنْ قَوْلِهِ)

یہ سنا تو سلیمان مسکرا دیئے۔ ہم چیزوں کی آواز نہیں سن سکتے ہیں۔ لیکن سلیمان

چیوٹی کی آوازن سکتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ نبی کا سامع اور ہوتا ہے، ہمارا سامع اور ہوتا ہے۔

فَالْتَّقِمَةُ الْخُوُثُ وَهُوَ مُلِيمٌ فَلَوْلَا إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسْتَحِينَ

اللَّبَكَ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبَغَّثُونَ۔ (العنت: ۱۳۳)

یونسؑ کو مجھلی نے نگل لیا، چالیس دن تک شکم ماہی میں یونسؑ رہے۔ ارشاد ہوا کہ: اگر وہ تتبع گزاروں میں نہ ہوتے تو ہم قیامت تک انہیں شکم ماہی میں رکھتے۔ اب یا تو آپ یہ کہیں کہ وہ شکم ماہی میں گل جاتے اس میں ان کی ہڈیاں سرمدہ ہو جاتیں تو رکھنے کا مفہوم کیا تھا؟

ظاہر ہے قیامت تک شکم ماہی میں حضرت یونسؑ کو اللہ زندہ رکھتا۔ اگر وہ تتبع گزاروں میں نہ ہوتا۔ (نعرے)

معلوم ہوا کہ ہم اور ہیں انبیائے کرام اور ہیں۔ ان کی صورت رحمانہ ہوتی ہے۔ ان کی سیرت کریمانہ ہوتی ہے۔ ان کی گفتار عالمانہ ہوتی ہے۔ ان کی رفتار عادلانہ ہوتی ہے۔ نبی کی نسب پر بہتان نہیں ہوتا، اس کی آنکھوں میں طغیان نہیں ہوتا۔ اس کے کردار میں عصیان، اس کے دماغ میں نیان نہیں ہوتا۔ اور اس کا کوئی کام زیر تحریک شیطان نہیں ہوتا۔ (نعرہ حیدری)

اور یہ تو ہم نے آپ کو عام انبیائے کرام کی بات بتائی ہے۔

بروئے عظم پاکش درود لا محمد و و

جب عام انبیاء کے کرام کی یہ شان ہے تو میرے رسولؐ کی کیاشان ہو گی؟

..... ہمارا عنوان ہے مقام مصطفیؐ

تو حضورؐ کی شان کیا ہو گی؟ جس طرح ہر پہاڑ کو ہٹور نہیں ہو سکتا، ہر غار غار

حرانیں ہو سکتی، ہر گھر خانہ کعبہ نہیں ہو سکتا، ہر دشت، دشت کر بلانیں ہو سکتا، ہر میدان، میدان کر بلانیں ہو سکتا، ہر چادر، چادر تطمیر نہیں، اور ہر جام جام جنمیں ہوتا، اسی طرح ہرنی خاتم نہیں ہوتا۔ (نمرے)

اور انہیاے کرام عبد ہیں، میرا رسول عبدہ ہے۔
عبد گیکر عبدہ چیزے دیگر آں سراپا انتشار و منتظر

عبد وہ ہے جس کی خلقت پہلے ہو، علم بعد میں ہو۔

عبدہ وہ ہے کہ «علم القرآن۔ خلق الإنسان۔»

علم پہلے ہو خلقت بعد میں ہو۔ (نمرے)

عبد وہ ہے کہ جوز زم کا مالک ہو۔

عبدہ وہ ہے جو کوثر کا مالک ہو۔

عبد وہ ہے جو دریا شن کرے۔

عبدہ وہ ہے جو چاند کو شن کرے۔

عبد وہ ہے جو روحنا ہوا شباب پلٹاتا ہے۔

عبدہ وہ ہے جو جوڑ و باہوا آفتاب پلٹاتا ہے۔ (نمرہ حیدری)

عبد وہ ہے جو بدایت کرتا ہے۔

عبدہ وہ ہے جو بدایت کرتا ہے، شفاعت کرتا ہے۔

عبد وہ ہے جو امت کو نماز پڑھاتا ہے۔

عبدہ وہ ہے جو رسولوں کی تجیعیت کو نماز پڑھاتا ہے۔

عبد وہ ہے جو کوہ طور پر جائے اور عبدہ، وہ ہے جو بساط نور تک جائے۔

﴿فُمْ دَنَا فَتَدَلَّىٰ﴾۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنَ أَوْ أَدْنَىٰ۔

﴿فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى﴾۔

وہ قریب ہوا، اور قریب ہوا، یہاں تک کے دو کمانوں کا یا اس سے کم فاصلہ رہ گیا۔

علامہ فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ

قب وقوسین کا لفظ عرب کی عادت کی بنیاد پر استعمال ہوا تھا۔ یوں کہ ایام جاہلیت میں اصول تھا کہ جو دو سردار آتے تھے، باہمی رفاقت کا معاملہ کرنے تو دو کمانیں لائی جاتی تھیں۔ ان کو اس طرح پیوست کرتے تھے کہ قاب پر آخر متنکن ہو جائیں۔ پھر تیر کھا جاتا تھا۔ جس کو کھینچا جاتا تھا، دونوں مل کر کھنپتے تھے، اس کے معنی یہک جان، دو قاب، جس سے تمہاری جنگ اس سے ہماری جنگ، جس سے تمہاری صلح اس سے ہماری صلح، تو اب جب یہاں پر رسول اللہ کے قاب وقوسین کا لفظ اللہ نے استعمال کیا ہے تو معلوم ہوا ہے کہ اللہ بھی کہنا چاہتا ہے کہ اے رسول، صلح تمہاری ہو گی، تو امان ہماری ہو گی، تیر تمہارا ہو گا تو کمان ہماری ہو گی۔ (نصرہ حیدری)

اے رسول! اکلہ تمہارا ہو گا تو کلام ہمارا ہو گا۔ امت تمہاری ہو گی تو امام ہمارا ہو گا۔ تمہاری زبان میں میری گفتار ہے۔ تیرے عمل میں میرا کردار ہے۔ میری تحریر تیری تقریر کے ساتھ ہے۔ یعنی میرا قرآن مجید تیری تفسیر کے ساتھ ہے۔ جو قرآن مجید میں صورت ہے وہ میدان میں تیری سیرت ہے۔ جو تیری سیرت ہے وہ عین مشیت ہے۔ جو تیری خواہش ہے وہ عین ایقان ہے۔ جو تیر اارمان ہے وہ میرا فرمان ہے۔ جو تیر اکلہ پڑھے وہ مسلمان ہے اور جو تیرے بعد نبوت کا دعویٰ کرے اس کا دعویٰ ہذیان ہے اور جو تیر پر یقین کامل رکھے وہ کل ایمان ہے اور جو تیری نبوت میں شک کرے وہ

بے ایمان ہے۔ (نعرے)

میرا کرم تیرے جمال میں ہے۔

میرا غضب تیرے جلال میں ہے۔

میرا ادب تیرے کمال میں ہے۔

میرا سوز تیری آہوں میں ہے۔

میری رحمت تیری بانہوں میں ہے۔

میری منزل تیری راہوں میں ہے۔

سجدہ میرا، آستانہ تیرا۔ ہاتھ تیرا، خزانہ میرا، جنت میری پروانہ تیرا، میرا گھر
تیرا، تیرا گھرانہ میرا، تو مجھ سے الگ نہیں، میں تجھ سے جدا نہیں۔ تو سب کچھ ہے مگر خدا
نہیں۔ (نعرہ صلوٰۃ)

تو زبان ہے میں آواز ہوں، تو سراپا نیاز ہے میں بے نیاز ہوں، تو ظاہر ہے
میں راز ہوں، تو نہ ہوتا تو خدا نی کاراز آشکارا نہ ہوتا، مصور ہوتا شہکارا نہ ہوتا، حسن ہوتا
پرستارا نہ ہوتا، یوسف ہوتا خریدارا نہ ہوتا، معبدو ہوتا عبادت گزارا نہ ہوتا، گنگا رہوتے
شفاعت کا کاروبار نہ ہوتا۔ (نعرہ حیدری)

تم آگئے تو شیطنت کا دامن تارتا رہو گیا

اور ملیٹ عاصی کا بیڑا پار رہو گیا

تو یہ ہیں ہمارے رسول یہ ہیں ہمارے رسول

جن کا قرب اللہ تعالیٰ سے اتنا ہے کہ دو کمانیں یا اس سے کم، اور آگے بڑھیے تو۔

﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكُنَّ اللَّهُ رَمِيًّا﴾ (الاغفال)

اے رسول! تم سگر یزے نہیں پھینک رہے تھے بلکہ ہم سگر یزے پھینک رہے تھے۔ تو میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ قولِ رسولؐ بحق ہے جو رسولؐ کہہ دیں گویا وہ خدا کا قول ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: إِنَّمَا لَا أَقُولُ إِلَّا الْحَقُّ۔ میں حق کے سوا کبھی کچھ نہیں کہتا۔

صحابہ کرامؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ اپؐ ہم سے کبھی بھی مذاق بھی کرتے ہیں؟ فرمایا بھی مذاق میں بھی حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔ (نصرۃ صلوٰۃ)

رسولؐ کی حیثیت یہ ہے کہ ہر فرقہ میں تحریر ہے کہ اگر عورت بالغہ، رشیدہ ہو تو پھر اس کی رضامندی کے بغیر شادی نہیں ہو سکتی، لیکن حضورؐ کا مقام یہ ہے کہ: ﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يُكُونُ لَهُمُ الْخَيْرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ . وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا .﴾ (آل احزاب: ۳۶)

کہ جب رسولؐ حکم دے دیں، ابو داؤد نے لکھا ہے کہ جب زید کا پیغام رسولؐ نے جناب نہب بنت جحش اپنی پھوپھی زاد بہن کے ساتھ دیا تو انہوں نے کہا میں کبھی اس شادی پر راضی نہیں ہو سکتی۔ ان کے بھائی نے کہا کہ وہ اک غلام ہے، ہم کبھی ہاشمی خون کو اک غلام کے خون کے ساتھ دا بستہ نہیں کر سکتے۔ حضورؐ نے کہا نہیں یہ نکاح ہو گا۔ آیت اتری کہ کسی مومن اور مومنہ کو اختیار نہیں جب یہ آیت اتری تو نہب نے بھی سر جھکا دیا اور عبد اللہ بن جحش نے بھی سر جھکا دیا۔ سارے خاندان نے سر جھکا دیا۔ کہ رسولؐ وہ ہے اگر کوئی قانون شریعت کو ختم کرنا چاہے تو ختم کر سکتا ہے۔ (نصرۃ صلوٰۃ) جو رسولؐ کہہ دے اس پر کوئی دوسرا فیصلہ نہیں کر سکتا۔ حضرت عمرؓ کا واقعہ مشہور

ہے کہ ایک یہودی اور ایک مسلمان رسول اللہؐ کی خدمت میں آئے کہ یا رسول اللہؐ! آپ ہمارا فیصلہ کر دیجئے، مسلمان منافق تھا، یہودی کھلا ہوا کافر تھا۔ منافق سمجھا کہ رسولؐ سیاسی لیڈر ہیں کہ شائد ہماری بات یہ سمجھ کر کہہ یہ مسلمان ہے ہماری (فیور) میں فیصلہ کر دیں گے۔ مگر رسولؐ تو عدل و انصاف کی میزان ہیں۔ رسولؐ نے فیصلہ یہودی کے حق میں کیا۔ تو اس منافق مسلمان نے کہا کہ ہم یہاں فیصلہ نہیں کراتے، ہم چلتے ہیں حضرت عمرؓ کی خدمت میں تو مسلمان نے کہا کہ آپ میرا مقدمہ سنئے۔ یہودی نے کھڑے ہو کر کہا کہ حضرت عمرؓ پہلے میری بات سنئے کہ اس مقدمے کا فیصلہ پہلے رسول اللہؐ کر چکے ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت عمرؓ گھر میں تشریف لے گئے۔ تکوار لائے اور منافق کی گردان اڑادی کہ رسول اللہؐ کے فیصلے کے بعد اب اگر کسی کا فیصلہ ہو گا تو یہ ہو گا۔
.....
تو کوئی فیصلہ رسول اللہؐ کے فیصلے کے بعد نہیں ہو سکتا۔

اب رسول اللہ جو کچھ بھی کہہ دیں۔ اگر کہہ دیں کہ **أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَ عَلَيْهِ بَايْهَا**۔ اگر کہہ دیں کہ **حُبُّ عَلَيٍ يَا كُلُّ لِذْنُوبٍ كَتَلَهُ تَكُلُّ النَّازُ الْخَطَبَ**۔ اگر کہہ دیں کہ **بَرَزَ الْإِيمَانُ كُلُّهُ إِلَى كُفُرِ كُلِّهِ**۔ اور اگر کہہ دیں کہ **مَنْ كُنْتَ مَوْلَاهُ فَهَذَا عَلَيَّ مَوْلَاهٌ**۔ تو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس بات کو تسلیم کرے۔

کیونکہ رسول اللہؐ کہہ رہے ہیں اور چھپ کر نہیں۔ ایک لاکھ میں ہزار کے مجمع میں کہہ رہے ہیں۔ اور پھر علیؓ کو بٹھا کے نہیں اٹھا کے کہہ رہے ہیں۔

اب دنیا اس معاملے میں شک میں مبتلا ہے کہ مولا کے معنی کیا ہیں؟ تو یوں تو مولا کے اکیس (۲۱) معنی ہیں۔ لیکن با نیسوں معنی مجھ سے پوچھیئے کہ اس مولا کے کیا معنی ہیں؟

رسول اعلیٰ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ رسول کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں جس کا مولا ہوں، علیٰ اسے کا مولا ہے۔ یعنی تحریک نبوت ہم کریں گے۔ تائید نبوت علیٰ کریں گے۔

رسالت ہم کریں گے تصدیق رسالت علیٰ، جنگ با تزییل قرآن ہم کریں گے جنگ یہ تاویل قرآن علیٰ، بستر ہمارا اور لیشیں گے علیٰ، چادر ہماری اور اوڑھیں گے علیٰ۔ بچ ہمارے اور ان کے باپ علیٰ۔ گرے علم اٹھائے علیٰ، کھڑے صنم گراۓ علیٰ، دعویٰ ہماری شہادت علیٰ کی، رسالت ہماری طریقت علیٰ کی۔ اطاعت ہماری مودت علیٰ کی۔ جمال ہم ہونگے جلال علیٰ، دین ہم ہونگے کمال علیٰ۔ رحمت علیٰ۔ عرش کا محور ہم ہوں گے۔ زمین کا لنگر علیٰ، شہر علم ہم ہوں گے۔ علم کا در علیٰ۔ (نصرہ حیدری)

قول رسول ہمارے لیے جدت ہے۔ اگر وہ اہل بیت کے لیے فرمائیں تب جدت ہے، اور صحابہ کرام کے بارے میں کہیں تب جدت ہے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ لَا تَسْبُوا أَصْحَابِيْ.

کہ دیکھو! میرے صحابہ کرامؐ کو نہ آنہ کہو۔

اگر تم میں سے کوئی أحد کے برابر سوتا خرچ کرے تو ان کے ایک عمل کے برابر نہیں ہوگا۔ تواب اگر رسولؐ کہہ دیں گے تو ہم تسلیم کرنے پر مجبور ہیں تو ہدایت کے بارے میں کہیں تب سرتسلیم خم ہے۔ صحابہ کرامؐ کے بارے میں کہیں تب سرتسلیم خم ہے۔

اور صحابہ کرامؐ کے بارے میں قرآن مجید کہتا ہے:

﴿وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّ أَهْلَ الْكُفَّارِ رَحْمَةً بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رَكْعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا﴾

صحابہ ہیں کہ مومنوں پر مہربان ہیں اور دشمنوں پر شدید ہیں ہر وقت رکوع کی

حالت میں ہیں۔ بجود کی حالت میں ہیں۔ تو اسی لیے مجھے کہنے دیجئے کہ صحابہؓ اگر آسمان پر ہیں تو تاج زرنگار ہیں، زمین پر ہیں تو گلشن بے خار ہیں، مونوں میں ہیں تو نیم بہار ہیں، کافروں میں ہیں تو شمشیر خوبنار ہیں، شریعت میں ہیں تو فکر و دانش کے شہسوار ہیں، اور طریقت میں ہیں تو ترکیہ نفس کے آئینہ دار ہیں۔

اب اسی طرح ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف، حضور حسینؑ کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں: رَبِّ إِنَّمَا أَحِبُّهُمَا مِّنْ أَنْ دُونُوْنَ كُوْدُوْسْتَ رَكْتَاهُوْنَ، اللَّهُمَّ أَحِبْهُمَا بَارِالْهَاهَا! تو بھی دوست رکھ۔ وَ أَحَبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا۔ اور جوان کو دوست رکھے اس کو تو بھی دوست رکھ۔

کہ ہمیں حسینؑ مدینے کے ناموں سے کوئی تعلق نہیں، ہمیں قول رسولؐ سے تعلق ہے۔ مدینے میں بہت سے پیدا ہوئے ہوں گے ہمیں ان سے تعلق نہیں لیکن حضور کہتے ہیں کہ میں ان سے محبت کرتا ہوں، بارالہا! تو بھی ان سے محبت کر، جوان سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر، مقام بلند ہے، مقام بلند ہے۔

الْخَسِينُ مِنِّي وَأَنَا مِنَ الْخَسِينِ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔
اب ہم مصائب کی طرف آتے ہیں۔ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔
اسامہ بن زیدؓ کی روایت ہے کہ میں گیا تو حضور قباقا میں کوئی چیز لپیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا حضور اس میں کیا ہے؟ میں نے کھوا اور دیکھا کہ حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔

حسینؑ سے ہمیں محبت اس لیے ہے کہ حسینؑ نے قول رسولؐ کو نبھایا۔ جب رسولؐ نے کہا تھا کہ میں حسینؑ سے ہوں، حسینؑ مجھ سے ہے تو اگر معاذ اللہ حسینؑ غلط ہو جاتے تو رسالت کے جملوں کی قیمت کیا بنتی۔ مگر یہ رسولؐ نہیں کہہ رہا ہے، اللہ کہہ رہا ہے تو کہہ رسولؐ میں جانتا ہوں کہ حسینؑ کیا ہے؟

حسین نے قول رسول نبھانے کیلئے، نبوت کو بچانے کے لیے اتنی بڑی قربانی پیش کر دی۔ چودہ صدیاں گزریں اور حسین کا ماتم زندہ ہے، کیا یہ مجرہ کم ہے؟
 ہاں..... اے حسین آپ پر ہزاروں سلام، کہ کسی موقع پر آپ کے قدم میں تزلزل نہیں ہوا۔ امام زمانہ زیارتِ ناجیہ میں فرماتے ہیں کہ اے حسین ملائکہ آپ کے صبر کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے۔ میرا خیال ہے کہ یہ وہ مقام ہو گا جہاں پر ملائکہ حیرت میں پڑے گئے۔ کہ جب علیٰ اکبر گرے ہوں گے اور حسین برچھی کو سینے سے نکال رہے ہوں گے اور اس کے بعد اکبر کو اٹھا کر خیسے کے قریب رکھا اور پھر جھولے سے علیٰ اصغر کو اٹھا کر مجھے کی طرف چلے گئے ملائکہ حیرت میں پڑے گئے۔

دوستو..... جب راہ میں مسلم ابن عقیلؑ کی شہادت کی خبر ملی، تو کہا عباسؑ ہمارا بھائی مر گیا۔ خیسے لگا دو، قناعتیں بچھا دو، خیسے لگ گئے، قناعتیں لگ گئی، اور اس کے بعد امام عالی مقام حضرت امام حسین صدر مجلس بنے، سب خواتین و اعزاء بیٹھے ہوئے، امام حسین نے کہا کہ..... نسبت؟ مسلم کی بیٹی، عاطقه کہاں ہے؟ 10 محرم الحرام تک عاطقه کا نام ہے، گیارہویں محرم الحرام میں عاطقه کا نام نہیں ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ عاطقه کیسے مرسیں، جب شام غریباں ہوئی، اور گھوڑے دوڑائے گئے، اور خیموں میں آگ لگائی گئی، چادریں چھینی گئیں تو اس وقت گھوڑوں کے سموں کے نیچے آ گئیں۔ بیٹھے گئے حسینؑ اور کہا عاطقه قریب آؤ، کہا اور قریب آؤ، اور قریب آؤ میں، کہا بیٹی نزدیک آؤ، کہا جچا آج آپ کی محبت سے ڈر لگ رہا ہے۔ بتائیں میرے بابا مسلم زندہ تو ہیں۔ تو آپ نے فرمایا، بیٹی آج سے میں تیرا باپ ہوں۔

العلم

(علامہ نصیر الاجتہادی)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿فَمَنْ حَاجَكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَذِعْ
آبْنَائَنَا وَآبْنَائِكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءِكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ
ثُمَّ نَبْتَهِلُ فَنَجْعَلُ لَغَنَتِ اللَّهِ عَلَى الْكُذَّابِينَ﴾ (آل عمران: ٦٦)

ارشادِ ربِّ العزت ہو رہا ہے کہ اے ہمارے رسول جبِ العلم کے آنے کے بعد کوئی تم سے جھٹ اور تکرار کرے تو کہہ دو کہ اب کوئی جھٹ، کوئی دلیل، کوئی برہان، کوئی گفتگو، کوئی بحث، کوئی مباحثہ نہیں ہو گا۔ اب صرف یہ دیکھا جائے گا کہ اپنے عقیدے پر یقین اور اعتماد کس کو ہے؟

لہذا تم اپنے بیٹوں کو لاو، ہم اپنے بیٹوں کو لا میں، تم اپنی عورتوں کو لاو، ہم اپنی عورتوں کو لا میں، تم اپنے نفوس کو لاو، ہم اپنے نفوس کو لا میں۔ پھر مہاہلہ کریں، پڑھ پڑھ جائے گا کہ حق و صداقت کہاں ہے؟ (نصرۃ صلوٰۃ)

اس وقت تقریر ہے اس کا ارتکاز، انحصار صرف اس پوری آیت مبارکہ میں لفظ "العلم" ہے یعنی اس آیت میں قرآن مجید نے بتایا ہے کہ قرآن مجید کیا ہے؟ وہ علم ہے! یعنی تمام علوم کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ "العلم"

تو موضوع اور نقطہ مرکزی کلام کا "العلم" ہے، یعنی قرآن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں، ہر عہد میں، ہر زمانے میں، ہر ملک میں، اپنی ہدایت بھیجی، اپنی رہنمائی بھیجی، انیاء کرام کو اور رسول کو بھیجا، اس کے ساتھ ساتھ صحائف بھی اترے، کتابیں بھی آئیں، ان کے نام ہر دور میں مختلف رہے۔ ان کی اشکال متعدد ہیں۔ کبھی وہ تورات موسیٰ بنا، کبھی وہ انجلیل عیسیٰ ہوا، کبھی وہ صحف ابراہیم ہوا، کبھی وہ افکار ایوب ہوا۔ کبھی وہ مواعظ یعقوب ہوا، کبھی وہ قرآن محمد مصطفیٰ ہوا۔ (نصرۃ صلوٰۃ) ہر کتاب اپنے دور میں کامل تھی۔ اپنے عہد کے تقاضوں کو پورا کرتی تھی۔ لیکن دوسری کتابوں میں اور قرآن مجید میں فرق یہ ہے کہ اور کتابیں اپنے عہد کے لیے تھیں اور قرآن مجید اپنے عہد سے لیکر قیامت تک کے لیے رہنمای ہے اور کتابیں تکمیل طلب تھیں اور قرآن کامل و مکمل ہے اور کتابیں جو تھیں وہ خود مجزہ نہ تھیں اور قرآن مجید بجائے خود مجزہ ہے اور جس کے لیے تحدی ہے یعنی Challenge ہے کہ:

﴿وَإِن كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَاتَّوْا بِسُورَةٍ مِّنْ مِثْلِهِ
وَالذُّعْوَا شَهَدَ أَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ (آل عمران: ۲۳)

کہ اگر تمہیں شک ہے جو ہم نے اپنے بندہ خاص پر نازل کیا ہے، (اس قرآن پاک میں) تو اس کی ایک سورہ کا جواب لے آؤ۔

اور جب دیکھا کہ فصاحت و بلاغت عرب جو ہے وہ سر جھکائے ہوئے تھکست خود کھڑی ہوئی ہے تو پھر قرآن مجید نے اپنی فتح مندی، ارجمندی، سر بلندی کا اعلان کیا کہ ﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْأَنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوْ بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنَ لَا يَأْتُوْ بِمِثْلِهِ وَلَوْكَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَاهِرًا﴾ (بیت اسرائیل: ۸۸)

تم کیا ہواے ابیل عرب، اگر تمام جن و انس بھی جمع ہو جائیں اور اس قرآن کا جواب لے آئیں تو اس کتاب لا جواب کا کوئی جواب نہیں۔

معلوم ہوا کہ قرآن لا جواب کتاب ہے اور جس کی شان جو ہے وہ ساری کتب آسمانی سے نرالی ہے۔ قرآن کی عظمت کے بارے میں اس کے جلال اور اس کی بہبیت کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿لَوْ أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خَاسِعاً مُتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ﴾ (الحشر: ۲۱)

اگر ہم اس قرآن مجید کو پہاڑوں پر نازل کرتے تو وہ بھی بہبیت الہی سے پھٹ جاتے کیونکہ قرآن مجید جو ہے وہ نور ہے۔

﴿أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا﴾

ہم نے تمہاری طرف نورِ مبین اتارا ہے۔ نورِ مبین جو ہوتا ہے اس کی تاثیر یہ ہوتی ہے۔

﴿فَلَمَّا تَجَلَّ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ كَانَهُ دَكَّاً فَخَرَّ مُؤْسِنِي صَاعِقاً﴾

جب نور رب کی چھوٹ پڑی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گئے اور مویں کو غش آ گیا۔

معلوم ہوا کہ ہلکے سے نور کی چھوٹ ایسی ہوتی ہے کہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائے اور کلیم کو غش آتے ہیں تو پھر قرآن جو مجسم نور ہے۔ رسولؐ کی آنکھوں پر نہیں بلکہ دل پر اترتا۔

﴿فَإِنَّهُ نَرَأَهُ عَلَى قَلْبِكَ وَإِنَّ كَانَ نَرَأَهُ مِنْ لَدُنَّ عَلِيهِمْ حَكِيمٌ﴾

اور یہ قرآن مجید جو ہے براہ راست خدائے حکیم و علیم کی طرف سے تمہارے قلب پر اتر رہا ہے۔ لیکن قرآن مجید نورِ مجسم تھا۔ میرے رسولؐ کے قلب پر اتر انہ اس کے ہوش میں فرق آیا۔ اور نہ حواس میں فرق آیا۔ (داد و تحسین کے نعرے)

تو جس رسول کے قلب کی عظمت یہ ہو کہ اس پر قرآن کی بہت اثر انداز نہ ہو،
اس پر بخار یا جادو کی کیفیت کیسے اثر انداز ہو سکتی ہے۔ (نعرہ حیدری)

قرآن حکیم ایک کتاب عظیم ہے اور علم کا سرچشمہ بھی ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ قرآن
حکیم سے ہر وقت استفادہ کرتے رہیں۔ ہر وقت علم سے استفادہ ضروری ہے، قرآن "علم" ہے۔
جاری ہے اور اگل کوڑ باری، قرآن حکیم سے استفادہ ضروری ہے، قرآن "علم" ہے۔
قاضی ابو بکر ہبہن عربی اپنی کتاب قانون و تاویل میں لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں
ستہ ہزار علوم ہیں۔ اور صرف لفظ الحمد میں تین ہزار چار سو پنیتیس اشتمالات ہیں۔ اس لیے
کہتا ہوں کہ قرآن فہمی آسان نہیں ہے اور قرآن مجید جس عنوان پر مشتمل ہے اس کو آپ
کے تیرسے امام حسین نے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ قرآن چار چیزوں پر مبنی ہے۔ عبارات پر،
اشارات پر، لطائف پر، حقائق پر، فرماتے ہیں کہ عبارت عوام کیلئے ہے، اشارے خواص
کیلئے ہیں، لطائف اولیاء کیلئے ہیں اور حقائق انبیائے کرام کیلئے ہیں۔ (نعرے)

قرآن حکیم جو ہے وہ علوم کا سرچشمہ ہے۔ جتنے علوم نکلے ہیں وہ سب قرآن
ہی کا طفیل ہیں۔ قرآن ہی کا فیض ہیں۔ سارے علوم کا احاطہ اس مختصر سے وقت میں ممکن
نہیں۔ مشکل اور بہت مشکل ہے۔ لہذا اشارے کرتا چلوں کہ قرآن علوم کا سرچشمہ ہے
اور جتنے علوم ہیں وہ سب قرآن سے ہی نکلے ہیں۔

آیہ ﴿لَوْكَانِ فِيهَا الْهُدَىٰ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَهَا﴾ سے علم الکلام نکلا۔

آیہ ﴿لِعِلْمِ الَّذِينَ يَسْتَفْتُونَهُ مِنْهُ﴾ سے علم اصول الفقه نکلا۔

آیہ ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكُوْنَ﴾ سے علم فقہ نکلا۔

آیہ ﴿ وَذَكِّرُهُمْ بِيَوْمِ اللَّهِ ﴾ سے علم تاریخ نکلا۔

آیہ ﴿ فَأَقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴾ سے علم حکایات نکلا۔

آیہ ﴿ قُلْ هَيْ مَوَاقِيْتُ الْنَّاسِ وَالْحَجَّ ﴾ سے علم اوقاف نکلا۔

آیہ ﴿ إِنَّ كُلًّا شَيْءٌ خَلَقْنَا بِقَدْرٍ ﴾ سے علم مقادیر نکلا۔

آیہ ﴿ شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ الْوَانَةُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ﴾ سے علم ادویہ نکلا۔

آیہ ﴿ أَبْرِئُ الْأَكْفَةَ وَالْأَبْرَصَ ﴾ سے علم طلب نکلا۔

آیہ ﴿ صُرَاحٌ مُمَرَّدٌ ﴾ سے علم عمارت نکلا۔

آیہ ﴿ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ ﴾ سے علم زراعت نکلا۔

آیہ ﴿ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ ﴾ سے علم وزن و کیل نکلا۔

آیہ ﴿ وَعَلِمَ الْإِنْسَانُ بِالْقَلْمَ ﴾ سے علم کتابت نکلا۔

آیہ ﴿ وَعَلِمَةُ الْبِيَانِ ﴾ سے علم خطابت نکلا۔

آیہ اگر ملوکیت ذہن و فکر نطق ولب کی بجیہ گری نہ کرتی؟

اس قرآن میں ایجادات حاضرہ کیلئے بھی اشارے موجود ہیں، ہر آیت جو ہے وہ اشارہ کر رہی ہے۔

آیہ ﴿ وَلِسْلَيْمَانَ رِيحًا غُدُوْهَا شَهْرٌ وَرَوْحُهَا شَهْرٌ ﴾

سے ہوائی جہازوں کی طرف اشارہ ہے۔

آیہ ﴿ وَالْفُلُكُ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ ﴾ (البرہ: ۱۶۳)

سے بحری جہازوں کی طرف اشارہ ہے۔

آیہ ﴿فَالْتَّقِتَةُ الْخُوْثُ وَهُوْ مُلِيمٌ﴾ (الاصفات ۱۳۲)

سے آبدوزوں کی طرف اشارہ ہے۔

آیہ ﴿وَأَذْئَنَ فِي النَّاسِ بِالْحَجَّ﴾ (الحج ۱۲۷)

سے ریڈیو کی طرف اشارہ ہے۔

آیہ ﴿وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلِكُنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيْخَهُمْ﴾ (الاسراء ۳۳)

سے ٹیپ ریکارڈر کی طرف اشارہ ہے۔

آیہ ﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ﴾

تنجیر آفتاب و شمس و قمر کی طرف اشارہ ہے۔

آیہ ﴿طَبَقَأَ عَنْ طَبَقِي﴾ سے چاند کی طرف سفر کا اشارہ ہے۔

آیہ ﴿وَرُجُومًا لِلشَّيْطَانِ﴾ سے میزال کی طرف اشارہ ہے۔

سے میزال کی طرف اشارہ ہے۔

آیہ ﴿وَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَائِكَ وَبَصَرَكَ الْيَوْمَ الْحَدِيدِ﴾

سے ایکس ریز کی طرف اشارہ ہے۔

آیہ ﴿وَتَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِنْ سِجِيلٍ﴾

سے توپ سازی کی طرف اشارہ ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ علمائے اسلام کی یہ پرانی عادت ہے کہ جب کوئی شام مغرب ایجاد کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ ہمارے ہاں بھی ہے۔ اگر قرآن میں موجود تھا تو پھر مسلمانوں نے اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھایا؟ تو میں ایک ہی بات کہتا ہوں کہ اس میں

مسلمانوں کا قصور نہیں ہے، اماموں کا قصور نہیں ہے، ذہانت کا قصور نہیں ہے، اقدار کا قصور نہیں ہے، بلکہ بات یہ تھی کہ ملوکت نے ذہنوں پر اس طرح سے تسلط جمایا تھا کہ اقدار کو پر پرواز نہیں ملتے تھے۔ دماغ کی روشی نہیں ملتی تھی، بصیرت کو منزل نہیں ملتی تھی۔ فکر کو آشیانہ نہیں ملتا تھا اور اس طسم کدھ حیرت میں ذہن انسانی کو کارخانہ نہیں ملتا تھا۔ اس لیے سائنس اور علوم حاضرہ اس زمانے میں مسلمانوں کے ذریعے سے صادر نہیں ہو سکے۔ اگر ان کو آزادی ملتی تو آپ دیکھتے کہ وہ قرآن حکیم کو اپنا رہنمایا کر سائنس کی منزل میں سب سے آگے ہو جاتے۔ لہذا اگر فرض کیجئے کہ آپ یہ سوچتے ہیں کہ ان آیات سے جو میں نے استفادہ کیا ہے اس میں کچھ تامل ہے تو قرآن حکیم موجود ہے آپ کے سامنے کیا اس میں انبیاء کرام کے مجزے نہیں ہیں؟ سارے لوگ تسلیم کریں گے کہ انبیاء کرام کے مجزے موجود ہیں۔ تو مجذرات کا مطلب کیا؟
سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے

کہ عالمِ بشریت کی زد پر ہے گردوں (علامہ اقبال)

معلوم ہوا کہ علامہ اقبال مجذرات کا فلسفہ یہ بتاتے ہیں کہ مجذرات اتنا نیت نبوت کی تکمیل کے لیے نہیں ہوتے بلکہ نوع بشری تعلیم کیلئے ہوتے ہیں۔ (صلوٰۃ)
قرآن میں جو مجذرات ذکر ہوئے ہیں اس کا مطلب یہ ہے، اشارہ یہ ہے کہ دیکھو ان مجذزوں سے درس لو، سبق لو اور اس اشارے کو سمجھو! انھیک ہے انبیاء یہی کام مسبب الاباب کے ذریعے سے کرتے ہیں۔ تم یہ کام اسباب کے ذریعے سے کرتے ہو۔ اگر روشی ہم دکھاتے ہیں، اشارہ ہم کرتے ہیں۔ تو سمجھنا تمہارا کام ہے۔ لہذا یہ نہ سوچئے کہ قرآن میں اشارے نہیں ہیں۔ وضاحتیں نہیں ہیں، موجود ہیں۔

اور آج بھی ہم سائنس کو چیلنج کر سکتے ہیں کہ جہاں پر قرآن حکیم نے مجذرات

انبیاء کرام بتائے ہیں۔ سامنس اس وقت بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکی، جہاں ہزاروں سال
(داد و حسین) پہلے انبیاء کرام پہنچ ہیں۔

سامنس دانو! یہ تھیک ہے کہ تم ہوائی جہاز بناسکتے ہو، لیکن حضرت سلیمان کی طرح ہوا کو بساط نہیں بناسکتے۔ یہ بھی تھیک ہے کہ تم بحری جہاز بناسکتے ہو لیکن نوح کی طرح نہ ڈوبنے والا سفینہ نجات نہیں بناسکتے۔ اور یہ بھی تھیک ہے کہ تم فائر پروف اشیاء بناسکتے ہو لیکن خلیل کی طرح نار کو گلنا نہیں بناسکتے۔ اور یہ بھی تھیک ہے کہ تمہارے سیارے خلاء کا سینہ چیرتے ہوئے گردوں پیاوی کرتے ہوئے افلک کو دباتے ہوئے، بلند یوں کی طرف جاسکتے ہیں، مگر قاب و قسمیں کی جھلک بھی نہیں دیکھ سکتے اور یہ بھی تھیک ہے کہ تمہارے خلائی جہاز چاند پر جاسکتے ہیں، مگر چاند کو شق نہیں کر سکتے۔ سورج کی کرنوں کو اسیر کر سکتے ہیں مگر ڈوبتے ہوئے سورج کو مغرب سے نکال نہیں سکتے۔ (نصرے)

ہر کہ در آفاق گرد دبوتر اب
باز گردند زمغرب آفتاب

معلوم ہوا کہ قرآن حکیم کس منزل پر ہے۔ کس مقام پر ہے۔ تھوڑی دیر کیلئے مجھے اجازت ملے کہ میں اپنی تقریر کروں۔ پاکستان کے عظیم طباء کی طرف چلوں!

میں یہ کہتا ہوں کہ اے میرے دل کے لکڑو! اور اے مستقبل پاکستان کے شہہ پارو! دیکھو تمہیں اپنی ساری توجہ علم کی طرف، فکر کی طرف، حقائق کی طرف کرنی چاہیے۔ کیونکہ تمہارے پاس العلم ہے، صرف العلم نہیں۔ بلکہ علم کا شہر بھی ہے علم کا در بھی ہے۔ لہذا تمہاری توجہ علم کی طرف ہونا چاہیے۔ اپنی توجہات کو دائیں باسیں، ادھر ادھر نہ

کرو۔ بلکہ تمہاری ساری توجہ حصول علم کی طرف ہو۔ لیاقت اُبھرے، جو ہر نکھرے، دماغ کی تو انیاں آگے بڑھیں، سمجھ لو کہ یہ دنیا اُک بہت بڑا زہر یا سمندر ہے۔ اس میں نہیں ہیں، اس میں اژدھے ہیں، جب تک تم پیراک نہ بنو گے، تیراک نہ بنو گے، سمندر کی موجودوں سے کیسے کھلیو گے؟ ان درندوں سے کیسے مقابلہ کرو گے؟ لہذا اپنے علم پر توجہ کرو۔ پھر یہ پوری کائنات تمہارے لیے ہے۔ تم چاہے سفیر بنو، چاہے وزیر بنو، چاہے ادیب بنو، چاہے خطیب بنو، چاہے انجینئر بنو، چاہے ڈاکٹر بنو، لیکن اس وقت پوری توجہ تم علم کیلئے صرف علم کیلئے اور صرف علم کے لیے وقف کرو.....!

دوستو! میں یہ کہہ رہا تھا کہ قرآن حکیم جو ہے وہ العلم ہے اور جب علم ہے تو اس کا سمجھنا آسان نہیں ہے۔ جب تک کہ معلم قرآن اس کو سمجھائیں نہیں.....

قرآن مجید کو اس طرح سمجھانہیں جاستا کہ انسانیکو پیدی یا کا آئینہ ہو، آنکھوں میں مغربی عطا رکا سرمدہ ہو، اور دہرات کے چراغِ رُزخ نازیبا کی روشنی میں اس کو دیکھا جائے اور اس کی آیتوں کو سمجھا جائے، قرآن مجید اس طرح سمجھ میں نہیں آئے گا۔ قرآن حکیم کو تو وہی بتائے گا جو علم کا گھر ہو یا علم کا دار ہو۔ (نعرے)

قرآن کل علوم کا سرچشمہ ہے اس کو صرف معلم قرآن ہی بتاسکتا ہے۔ رسولؐ کے بغیر، رسولؐ کی حدیث کے بغیر، قرآن حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو، رسولؐ سے پوچھو، رسولؐ بتائیں گے کہ قرآن کا کیا مطلب ہے؟ آیت کا کیا مطلب ہے؟ عام عقول انسانی قرآن تک نہیں پہنچ سکتے کیونکہ قرآن مجرم ہے اور مجرمہ صاحبِ اعجاز کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ لہذا قرآن کو رسولؐ سے پوچھو کیونکہ حقیقتِ قرآنیہ اور حقیقتِ محمدؐ یہ مختلف چیزیں نہیں ہیں۔ ایک ہی چیز ہے۔ یعنی آیاتِ قرآنی حضورؐ کی سیرت کے تحریکات ہیں اور رسولؐ

کے اعمال آیاتِ قرآنی کی توجہات ہیں۔ جو قرآن میں قال ہے۔ وہ میرے رسول میں
حال ہے۔ ایک علمی قرآن ہے جو اوراق کے اندر محفوظ ہے ایک عملی قرآن ہے جو ذات
نبوی میں موجود ہے۔ جو قرآن میں سوت ہے وہ ہمارے رسول کی سیرت ہے۔

لہذا قرآن پوچھو تو حضور سے پوچھو کیونکہ قرآن حکیم میں حرف مکان ہے، حرف زمان ہے، لفظ خاص ہے، لفظ عام ہے، لفظ واحد معنی جمع، لفظ جمع معنی واحد، بحث ماضی معنی مستقبل، بحث مستقبل معنی ماضی، تاویل قبل از تنزیل، تاویل بعد از تنزیل، الفاظ مولفہ، الفاظ منقطع، خطاب کسی قوم سے، مراد کوئی قوم، خطاب پیغمبر سے مراد امت، خطاب امت سے مراد پیغمبر قرآن میں رومنکرین، رہ جاہلین، رومنشکرین، رومنزندقہ ہے، رہ مجوسیہ ہے، رہ نصرانیہ ہے۔ اس میں اقدار الاولين ہے۔ احوال ضلل الامم ہیں۔ فضائل مسلمین ہیں، تذکرہ رسول کریم ہے، ذکر غزوات رسول ہے، بیان شہداء و صدیقین و صالحین ہے۔ ذکر آئمہ حدیثی ہے، شرائع الاسلام ہیں، آیات صحیحین ہیں، آیات نوی ہیں، آیات فقہی ہیں، آیات فراتی ہیں، آیات ارضی ہیں، آیات سماوی ہیں، آیات کہلی ہیں، آیات سفری ہیں، آیات کلی ہیں، آیات مدنی ہیں، آیات تطہیری ہیں، آیات غدری ہیں۔ (نعرہ حیدری)
آیاتِ ممائیں ہیں، خواصل ہیں، اصول ہے، اخلاص ہے، ایجاد ہے، اعجاز ہے، خبر ہے، عنديہ ہے، ظاہر ہے، باطن ہے، فضل ہے، تقدیم ہے، تاخیر ہے، رخصت ہے، عزمیت ہے، ترکیب ہے، ترغیب ہے، حصہ ہیں، فقص ہیں، ناخ ہے، منسوخ ہے، قتشابہات ہیں، بحکمات ہیں، بنیات ہیں، بکروہات ہیں، واجبات ہیں۔

﴿وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَابسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾

اس قرآن کو کوئی نہیں بتا سکتا کیونکہ قرآن مجید جو ہے وہ الحمد سے لیکر واللناس تک، صدق ہے، عصمت ہے، طہارت ہے، یعنی معموم ہے اور کتابوں میں تحریف ہوئی، تورات میں، انجیل میں تحریف ہے۔ لیکن قرآن میں کوئی تحریف نہیں اور معلوم ہوتا چاہیے کہ قرآن عہد نبوت سے لیکر آج کے دن تک اور قیامت تک غیر محرف ہے اس میں کوئی تحریف نہیں، کوئی ترمیم نہیں، کوئی کمی نہیں، کوئی زیادتی نہیں۔

﴿إِنَّا نَخْرُّ نَوْلَنَا الْذِكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾

(۱:۹) (بخاری)

ہم نے قرآن اتارا ہے اور ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ لہذا ہر مسلمان کا عقیدہ یہ ہوتا چاہیے کہ قرآن جیسا عہد نبوت میں تھا، ویسے ہی آج ہے اور جیسے آج ہے دیسے قیامت تک رہے گا۔ کیونکہ وعدہ رب کریم ہے جو جھوٹا نہیں ہو سکتا، قرآن میں نہ کمی ہے نہ زیادتی ہے، نہ تحریف ہے اور نہ ترمیم ہے، پہلے جتنے بھی پارے تھے، اتنے ہی آج پارے ہیں۔ کوئی فرق نہیں، تمیں (۳۰) پارے اور ایک سو چودہ سورتیں، اس میں پہلے بھی تھے آج بھی ہیں۔

یہودی متشرقین چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کریں اور قرآن کے بارے میں عقائد مترازل کریں۔ لیکن میں بتاتا ہوں کہ اس یہودی سازش میں نہ آنا، قرآن جو ہے وہ وہی تیس پارے ہیں۔ کوئی فرقہ ایسا نہیں اسلام کا جس کا قرآن الگ ہو، جدا ہو، فرقہ الگ ہو سکتی ہے، تاویل سنت الگ ہو سکتی ہے، تاویل حدیث الگ ہو سکتی ہے، ترجمہ الگ ہو سکتا ہے، قرآن کسی کا الگ نہیں، سب کا قرآن ایک ہے، تو یہودی سازش پہ نہ جاؤ۔ کہتے ہیں کہ کسی کے پاس چالیس پارے ہیں، کسی کے پاس پنیس،

ارے پارے چھپے ہوئے ہیں، بُجھپے ہوئے نہیں ہیں۔ (نعرے)

قرآن مجید جو ہے وہ معصوم ہے، ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام سے غلطی نہیں ہوتی، تو پھر ہمارے رسول جو سردار الانبیاء ہیں، خاتم الانبین ہیں، ان سے غلطی کیسے ہو سکتی ہے؟ غلطی ہوتی ہے تو اعضاء سے جوارح سے،

دostو! جن کی زلفوں میں واللیل کی رعنائی ہو، جن کے بالوں میں قیامت کی زیبائی ہو، جن کی پیشانی ہر پیش آنے والی بلا سے محفوظ ہو، اور جس کے اندر لووح محفوظ ہو، آنکھیں وہ جو بصارت کا قبلہ، بصیرت کا کعبہ، اگر مکہ ہو تو مسجدِ اقصیٰ کا نقشہ بتا دیں۔ اور مدینہ ہو تو روم و فارس کے محلات نظر آئیں، کان وہ جو عالم لا ہوت میں چلتے قلم کی آواز سن لیں، زبان وہ کہ صداقت کی مہر، دندانِ مبارک وہ کہ اگر اندھیرے میں مسکرائیں تو پھول کھل جائیں اور خدیجہ دیکھئے تو یک سوئی مل جائے۔ لعاب دہن وہ کہ اگر کھاری کنویں میں ڈال دیں تو شیریں ہو جائے، علیٰ کی آنکھ میں لگادیں تو سرخی کافور ہو جائے، حسینؑ کو پلا دیں تو علم کا طور ہو جائے۔ (نعرے)

ہاتھ وہ کہ اگر قحط سالی میں اٹھ جائیں تو گھنگھور گھٹائیں چھا جائیں اور انگلیاں وہ کہ اشارہ کر دیں تو چاند دلکش ہے ہو جائے، اور پیر وہ کبھی فرش پہ ہیں کبھی عرش پہ ہیں۔ کبھی یہاں کبھی وہاں۔ کبھی کونیں میں کبھی قوسین میں۔ (نعرہ حیدری)

قولِ رسولؐ، قولِ خدا ہے، صحیح مسلم کی حدیث ہے، جناب زید بن ارقم راوی ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا..... لوگو! آخر میں خدا نہیں انسان ہوں، ہو سکتا ہے کہ فرشتہ اجل آئے اور میں اپنے خدا کی بارگاہ میں پہنچوں، لہذا میں تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، دو گراں قدر چیزیں پہلی ان میں

سے کتاب اللہ ہے، اس میں ہدایت ہے اور نور ہے دیکھو کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامو۔ اور اس سے تمسک کرو اور دوسرا چیز میرے اہلیت ہیں، دو مرتبہ فرمایا، اہلیت، اہلیت میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں اور پھر دوسرا حدیث میں ہے کہ یہ ترمذی شریف کی حدیث ہے۔ جب حضورؐ دیکھتے تھے۔ حسن اور حسینؐ کو تو کہتے تھے، باراللہا! میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھا اور یہ بھی حدیث ہے کہ آپؐ نے ایک جگہ فرمایا کہ باراللہا! میں حسن اور حسینؐ سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔ یہ مشکواۃ شریف کی حدیث ہے۔ امِ فضل بنتِ حارث بیان کرتی ہیں کہ میں گئی رسول اکرمؐ کے پاس، یا رسول اللہ میں نے خوابِ نُرِ ادیکھا ہے۔ کہا کیا دیکھا ہے کہا میں نے دیکھا کہ آپؐ کے جسم کا ایک نکڑا علیحدہ ہوا اور میری گود میں آگیا۔ آپؐ نے کہا تو نے خواب اچھا دیکھا ہے۔ فاطمہ زہراؓ کے ہاں لڑکا ہو گا تو اسے پالے گی۔

پھر ایک مرتبہ میں نے حسینؐ کو ظھایا اور رسول اکرمؐ کی آغوش میں ڈال دیا اور میں دوسرا طرف دیکھنے لگی۔ اب پلٹ کے دیکھتی ہوں تو رسول اکرمؐ کی آنکھوں سے آنسو بہرہ ہے ہیں۔ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا، آپ کیوں رور ہے ہیں تو کہا جبریلؐ نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا قتل ہو گا اور یہ سرخِ مٹی بھی دے گیا ہے۔

رَمَرْ قَرَآَنْ ازْ حَسِينْ آَمُونْ خِيمْ
زَآَشْ أَوْ شَعْلَهْ هَا انْدَوْ خِيمْ

علامہ اقبالؒ کہتے ہیں کہ رمز قرآن حسینؐ سے سیکھو، کیونکہ قرآن کا رمز کیا ہے۔ قرآن کی مکمل تاریخِ دو جملوں میں یہ ہے کہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ.

یہ قرآن کا خلاصہ ہے اور
بھری حق درخاک و خون غلطیدہ است
پس بنائے لا الہ گرویدہ است

اور

نقشِ الا اللہ بِرَضْحَرِ انوشت
سُطْرِ عنوانِ نجاتِ مانوشت

نقشِ إِلَّا اللَّهُ صَرَاطُكُمْ كَيْا اور ہماری نجات کا عنوان بتادیا۔
اے صبا، اے پیک دوار افتادگاں
اشک ما بر خاک پاک اور سار

اقبال کہتے ہیں، اے صبا، اے چلتی ہوئی ہواوں میرے قریب آؤ اور میرے
آنسوؤں کو لے جاؤ اور اس کی خاک پر چھڑک دو تو ہم بھی اپنے آنسو لے کر چلتے ہیں۔
دوستو! قافلہ چل رہا ہے، ایک عورت نے کہا کہ میں نسب کبریٰ کی زیارت
کے لیے مدینے گئی تو میں نے دیکھا کہ ایک عورت نکلی، سفید چادر اوڑھے ہوئے، میں
نے کہایہ کون ہے کہا یہ اُم فروہ ہے، انکا بینا قاسم، پھر ایک عورت نکلی، (یہ مدینے کی بات
ہے) اور اس کے ساتھ اٹھا رہ سال کا جوان ہے۔ میں نے کہایہ کون ہے کہا یہ اُم میلی اور
یہ انکا بینا اکبر

کہا پھر ایک عورت نکلی جس کے ہاتھوں پر ایک نھا سا بچہ تھا۔ انگلی پکڑے ہوئے
ایک پانچ سال کی بچی۔ میں نے کہایہ کون ہے کہا یہ رباب ہے۔ بینا اصغر ہے اور بینی سکنہ۔
پھر کہا، میں نے دیکھا کہ اس مرتبہ بینی ہاشم کے جوان کھڑے ہوئے کوئی ادھر

گیا، کوئی ادھر گیا، عباس کھڑے ہوئے، اکبر کھڑے ہوئے۔
لوگو! رُک جاؤ کیونکہ دو عالم کی شہزادی، رسولؐ کی نواسی، فاطمہؓ کی بیٹی،
جناب نسبت کبریؓ آرہی ہیں۔

حسینؑ نے بڑھ کر بازو پکڑے، عباسؑ نے نعلین رکھے، اکبرؑ نے شہار دیا اور
زینبؓ کبریؓ عماری پر بخوبی لیلہ و قویہ کہہ کر بیٹھیں۔
ہاں عباسؑ، اے حسینؑ، اے اکبرؑ، اے قاسمؓ آج پھر نسبت جارہی ہے۔ آج
پھر نسبت جارہی ہے۔ اور آؤ نسبت کو سب مل کر اٹھاؤ۔

دوستو! بہت مجبور ہے، بہت بے بس ہے، بہت بیکس ہے، میری
شہزادی، کوئی نہیں ہے، سب مقتل میں سور ہے ہیں۔ اب سیدہ نسبت تھا ہے، چاروں
طرف دیکھتی ہیں کوئی نظر نہیں آتا۔

بھائی کو رو لوں ایسا نہیں ہے۔
اکبر پر گریہ کر لوں موقع نہیں ہے۔
قاسم پا آنسو بھالوں موقع نہیں ہے۔

اکبرؑ کیا دیکھ رہا ہے؟ قاسمؓ کیا دیکھ رہا ہے؟ حسینؑ سوچتا ہے کہ تیری بہن
تجھ پر روئی نہیں، میں تیار ہوں، خیموں میں آگ لگی ہے۔ سکینہؓ کو بچاؤں، سجادوں
بچاؤں یا تمہیں آ کر روؤں۔

حسینؑ تم مجھے تھا چھوڑ گئے، تم تھے تو اکبرؑ بھی تھے، قاسمؓ بھی تھے۔ عباسؑ بھی
تھے، خیموں میں آگ لگ رہی ہے۔ سیدانیاں ایک خیمے سے دوسرے خیمے میں جا رہی
ہیں۔ فوج یزیدی کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا جو بار بار خیموں میں

جاتی ہے۔ میں نے کہا شہزادی جلتے ہوئے خیموں میں کیوں جاتی ہے؟ کہا اس میں
میرے بھیا کی امانت ہے۔ تھوڑی دری کے بعد میں نے دیکھا وہ شہزادی اپنی بانہوں پر
ایک جوان کو اٹھائے ہوئے باہر نکلی۔

اور پھر میں نے دیکھا ایک شخصی بچی خیمے سے چینتی ہوئی نکلی، دامن پر آگ لگی
ہوئے، اور کافنوں سے تازہ خون بہر رہا ہے اور چینتی جاری ہے۔

یا عَقِيَّ الْعَبَاسُ أَدْرِكْنَى، چچا عباس میری مدحکجھے۔

ایک شخص لکھتا ہے کہ میں نے بچی کے کرتے پر آگ لگی ہوئی دیکھی، تو میں بچی
کے پیچے چلا تاکہ کرتے پر لگی ہوئی آگ بجھاؤں تو اس نے نہیں نہیں ہاتھ جوڑے اور ڈر
کے کہا، اے شیخ مجھے ہاتھ نہ لگانا میں سیدہ کی پوتی ہوں۔

وہ شخص کہتا ہے کہ جب میں نے آگ بجھادی تو اس بچی نے مجھے ایسی نگاہ
سے دیکھا جیسے کبھی کسی نے اس پر حرم نہ کھایا ہو۔

کہا اے شیخ مجھے بتا نجف کا راستہ کس طرف ہے؟ میں نے کہا نجف جا کر کیا
کرو گی، کہا نجف جا کر اپنے دادا علیؑ سے فریاد کروں گی کہ دادا تم قیمتوں پر ترس کھایا
کرتے تھے اور آج تیری سیکنڈ کو طما نچے لگ رہے ہیں۔



شانِ رسالت

(علامہ عرفان حیدر عابدی ~)

﴿وَالنَّجْمُ إِذَا هَوَىٰ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾

سورہ مبارک بحتم کی ابتدائی چار آیات کی تلاوت کا شرف حاصل کیا گیا۔ یہ مکی سورہ ختمی مرتبہ احمد مجتبی محمد مصطفیٰؐ کے عصمتِ تکلم کی قسمیں کھاتا نظر آتا ہے۔ پروردگارِ عالم نے اس سورہ مبارکہ میں قسمیں کھا کر اعلان کیا کہ ﴿وَالنَّجْمُ إِذَا هَوَىٰ﴾ قسم ہے ستارے کی کہ جب وہ ٹوٹا۔ ہمارا بھی نہ کبھی بہکانہ کبھی گراہ ہوا۔

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ﴾ اور اسکی دلیل یہ کہ وحی کے بغیر نطق نہیں کرتا۔ یعنی بات یہ واضح ہوئی کہ بہکنے یا گراہ ہونے کا امکان وہاں ہے جہاں انسان وحی سے مسلسل نہ ہو۔ لیکن جہاں وحی کا تسلسل اور رابطہ برقرار رہے وہاں نہ بہکنا ہے نہ گراہی ہے۔ مسلمانانِ عالم اپنے رسالت مآب کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت کی منزل پر جو یہ کہہ دیتا ہے وہ وحی بن جاتی ہے۔

(نصرے)

مقام فکر یہ ہے کہ پروردگار جسے قسم کھانے کی ضرورت نہیں وہ مالک حقیقی جو محتاج نہیں ہے اپنے بیان میں اعتبار پیدا کرنے کیلئے قسم کھانے کا۔ وہ قسم نہ بھی کھائے تو پھر بھی اعتبار کرنا ہے وہ عالیٰ کُلّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ہے قسمیں تو ہمیں آپس میں ایک

دوسرے کو اپنے کلام کے ثابت کرنے کیلئے کھانی پڑتی ہیں۔ لیکن وہ تو پروردگار ہے اسے تو ضرورت نہیں کہ وہ قسم کھائے لیکن اسکا قسم کھانا اس امر کی دلیل ہے کہ بیان میں شدت پیدا کرنے کیلئے اپنے حبیب کے عصمتِ تکلم کی عظمت ثابت کر رہا ہے کہ زندگی کے کسی شعبے میں بھی، کسی کیفیت میں بھی، جب بھی اسکے لپ مبارک سے جو جملہ جاری ہو اسے وہی سمجھنا اور یہ اب اسکی امانت، صداقت، شرافت، عصمت و طہارت ہے کہ آیت کو آیت کہ دے۔ حدیث کو حدیث کہہ دے۔ یہ اس کی صداقت ہے یہ اس کی عظمت ہے اس کے عصمتِ تکلم کی فتمیں کھانی ہیں پروردگار نے۔ ایک لاکھ چوبیں ہزار پنځبر۔ سب پر ہمارا ایمان سب اس کی تصدیق کرتے ہوئے آئے سب اس کی بشارت دیتے ہوئے آئے۔ سارے انبیاء کرام نے اس کا اقرار کیا۔ کس کی مجال ہے کہ وہ یہ طے کرے کہ وہ کب نبی تھا کس کی مجال ہے وہ یہ طے کرے کہ وہ منصب نبوت پر کب آیا۔ بھائی لفظ ”کب“ نہیں تھا، یہ تھا جب لفظ ”جب“ نہیں تھا یہ تھا جب لفظ ”تب“ نہیں تھا یہ تھا جب ”تھا“ نہیں تھا۔ یہ تھا جب کیلئہ نہیں تھا یہ تھا جب گردشِ ماہ و سال نہیں تھی، یہ تھا۔ (نصرے) کوئی شخص اس وقت تک دائرۂ ایمان میں آہی نہیں سکتا جب تک وہ اقرار اتوحید کے ساتھ ساتھ اقرار رسالتِ محمدی نہ کرے۔ لیکن جس طرف ہمیں توجہ مرکوز رکھنا ہے وہ یہ کہ اگر سارے انبیاء جو سب کے سب بحق، مگر وجہ تخلیق کائنات ہے سرکار ختمی المرتبۃ کی ذات، پروردگارِ عالم نے کسی نبی کیلئے حدیث قدسی میں یہ نہیں کہا کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو اے محمد میں نے تجھے خلق کیا۔

تو آدم کے ذریعے سے اللہ کی پہچان نہیں ہوئی۔ نوحؑ کے ذریعے اللہ کی شناخت نہیں ہوئی۔ تو پھر عقل انسانی کا فیصلہ کیا ہو گا کہ اس نبی کو کامل و اکمل بنایا ہو گا کہ

حبيب تجھے اس طرح دنیا میں بنا کر سمجھوں گا کہ اے حبیب لوگ دیکھیں گے تجھے،
مانیں گے مجھے۔ (پر جوش نفرے)

سوچتا ہے کہ آدم کی امت نے آدم کا کلمہ پڑھا ہوگا، نوح کی امت نے نوح کا
کلمہ پڑھا ہوگا۔ موی کی امت نے موئی کا کلمہ پڑھا ہوگا لیکن ان سارے انبیاء کا
کلمہ تھا۔ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ"

اور پھر بات صرف عقیدے کی نہیں ہے بات دلائل سے بھی ہے قرآن سے بھی
ثابت، جو وجہ تخلیق کائنات ہے اگر اسی کا اقرار نہیں تو کسی کو کائنات میں آنے کا حق
کیا ہے؟ (پر جوش نفرے)

جو اس منزل پر پورا دگار ارشاد فرماتا ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ "لَوْلَكَ
لَمَّا خَلَقَ الْأَفْلَاكَ" حبیب میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا اگر تیری تخلیق مقصود نہ ہوتی۔ وجہ
تخلیق کائنات تو ذات پیغمبر ہوئی تا۔ تو کائنات میں کسی کو رہنے کا اختیار نہیں اس کا
اقرار کئے بغیر۔ (یَسَاعَلَیْ یَسَاعَلَیْ یَسَاعَلَیْ) لیکن بات اگر حدیث تک رہے گی تو کوئی اور
منزل ہوگی۔

آئیے اب قرآن سے پوچھیں کہ کیا ان سارے انبیاء نے میرے رسول کا کلمہ
پڑھایا نہیں تو آیت "بیثاق" نے بڑھ کر اعلان کیا:

﴿ وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لِمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كُتُبٍ وَ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ
رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصَرَنَّهُ ﴾

یہ عالم لطیف کی بات ہے عالم کثیف کی بات نہیں ہے جہاں روحوں سے اقرار لیا گیا تھا۔

میرے حبیب! یاد کرو وہ وقت جب ہم نے سارے گروہ انبیاء سے یہ عہد

لیا تھا جب آخر میں ایک مصدق نبی آیا۔ تم اس پر ایمان بھی لاوے گے اس کی نصرت بھی کرو گے عزیزان محترم! منطق کا فیصلہ کیا ہے کہ رسول کو یاد دلا یا جارہا ہے جبیب یاد کرو وہ وقت! یاد سے دلا یا جاتا ہے جو موقع پر موجود ہو۔ (پر جوش نعرے)

جہاں جہاں بھی یہ اصطلاحات آئیں ہیں جیسا کہ ایک مقام پر ارشاد ہوا:
 میرے جبیب یاد کرو وہ وقت جب ابراہیم اور اسماعیل کعبے کی دیواریں بلند کرتے جاتے تھے اور دعا کرتے جاتے تھے کہ ہمارے پروردگار ہماری اس محنت کو، اس خدمت کو قبول فرم۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا نہ عقل انسانی کو کہ جب ابراہیم کعبے کو تعمیر کر رہے تھے تو جسے یاد دلا یا جارہا ہے وہ نبی دیکھ رہا تھا کہ کس کا گھر بن رہا ہے۔ یا علی یا علی (نفرہ حیدری)
 حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل نے دیواروں کو بلند کیا۔ دعا کی، گھر بنایا۔ مخصوص دعا کرے پروردگار نے بھی دعائے ابراہیم کو سنبھالیں عطا کرنے کیلئے کسی مرحلہ پر دیوار میں شق کر کے ثابت کر دیا کہ وہ بیت تم نے ہمارے لئے بنایا تھا۔ مگر **﴿فَهُلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾** احسان کا بدلہ احسان کے تحت ہم لامکان ہیں، ہم لازمان ہیں، ہمیں مکان کی ضرورت نہیں۔ بیت تم نے ہمارے لئے بنایا ہم دیوار شق کر کے اسے تمہاری اہلبیت کیلئے مخصوص کر دیں گے۔

جبیب! یاد کرو وہ وقت جب ہم نے سارے گروہ انبیاء سے یہ عہد لیا۔ یہ میثاق لیا کہ تمہیں اس شرط پر حکمت و کتاب و نبوت عطا کی جاتی ہے کہ جب ایک مصدق نبی آیا تو تمہارا اس پر ایمان لانا کافی نہیں ہے مشکل کے وقت نبی کی نصرت بھی لازمی ہے۔
 اور پھر معاهدہ کو مضبوط کرنے کیلئے بات کو آگے چل کر واضح بھی کیا گیا،

بتابیا بھی گیا پروردگار نے پوچھا تم سب اقرار کرتے ہو؟ سب نے کہا ہم اقرار کرتے ہیں جب سب نے اقرار کر لیا ارشاد ہوا چھا گواہ بن جاؤ۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ ساتھ گواہی دینے والوں میں شامل ہوں۔ دوستو! اگر بات یہاں تک رک جاتی تو بات عظمت پیغمبر ﷺ کیلئے مکمل تھی مگر ہماری جانبی قربان اس وجہ تحلیق کائنات رسول پر، اس وجہ ترین شش جہت پر اس علم اول پر، اس حسن اول پر، اس نور اول پر اس گفتگی کے پہلے عدد پر سب نے کہا اقرار کرتے ہیں اقرار کس کا تھا؟ محمد رسول اللہ کا تھا اور اس اقرار میں آدم بھی شامل۔

آدم کا اقرار بھی ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“، توجہ آدم کا اقرار ہے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ تب آدم کے توکی بیٹے کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ یہ تاریخ طے کرے کہ یہ کب سے نبی ہے اور یاد رکھو جس نے بھی اس عہد کی خلاف ورزی کی تو نبتوں تو ایک طرف دائرہ ایمان سے باہر چلے جاؤ گے۔ اور پھر دوسرے مقام پر ارشاد ہوا اس کی ابدی، ازلی اور قدیمی نبوت کا، کہ اگر یہ سب سے پہلے نہیں تھا تو قرآن نے پکار کر کیوں کہا کہ میرے حبیب!

﴿فَكَيْفَ إِذَا جَئْنَا مِنْ كُلَّ أُمَّةٍ بَشَهِيدٍ وَجَئْنَا بِكَ عَلَى هُؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾
قيامت کے دن دیکھنا ساری امتوں کا عالم کیا ہو گا۔ جب ہم تمام امتوں پر ان کے نبیوں کو گواہ بلا میں گے اور سب نبیوں پر تمہیں گواہ بلا میں گے۔ یہاں تو یہ ارشاد ہوا پھر سورہ مبارک ”رعد“ میں یہ ارشاد ہوا:

﴿وَيَقُولُ الظَّالِمُونَ كَفَرُوا لَكُمْ مُرْسَلًا قُلْ كَفِى بِاللَّهِ شَهِيدًا
بَيْنَنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَبِ﴾

حیب! کافر یہ کہتے ہیں کہ تو رسول نہیں ہے یہ کافر ہیں جو تیری نبوت پر شک کرتے ہیں یا اگر صحیح نہیں مانتے تو نہ مانیں ہم نے تمہیں رسول ان کے مشورے سے تو نہیں بنایا ”قل“ کہہ دے ﴿كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا﴾ اللہ کافی ہے میری رسالت کی گواہی کیلئے۔

سورہ رحمٰن میں ارشاد ہوا:

﴿الرَّحْمَنُ عَلِمُ الْقُرْآنِ خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلِمًا الْبَيَانَ﴾

رحمٰن وہ ہے جس نے تعلیم قرآن دی پھر انسان کو پیدا کیا۔ اے جہاں کے انسانو! مجھے بتاؤ جو پیدا ہونے سے پہلے تعلیم قرآن لے رہا ہو۔ لیکن یہاں رسالت کی گواہی کی بات ہے رسول خود مدعی ہیں اور مدعا خود اپنے دعوے کا گواہ نہیں ہوا کرتا۔ اسلئے پروردگار نے کہا کہ اگر یہ کافر تمہیں رسول نہیں مانیں نہ مانیں، کہو کہ گواہی کیلئے ایک اللہ کافی ہے اور ایک وہ جسے ہم نے گل کتاب کا علم عطا کیا۔

ایک تو خالقی کتاب ہے گواہ، رسول ہیں مدعی، ہیں گل کتاب کے عالم مگر مدعی ہیں رسالت کے! تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ کوئی تیرا ہے گل کتاب کا عالم جو رسالت کا گواہ ہے یہی وجہ ہے کہ چالیس برس تک اعلان نہیں کیا اور جب کعبے میں پہنچے۔ آغوش میں بچ کو لیا اپنی زبان چسائی۔ گمل کتاب کا علم لے کر نبی وہاں سے آتا ہے اس لئے تو اعتماد سے پروردگار نے قسم کھاتی:

﴿وَالنَّجْمُ إِذَا هُوَى مَاضِلٌ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوْيٌ وَمَا

يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾

تم اس کی ساری زندگی میں دیکھنا، چاہے یہ اعلان رسالت کرے یا نہ کرے

خالی اپنی اطاعت قبول نہیں کروں گا جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے
میری اطاعت کی۔ اطاعت ہوتی ہے قول کی، اتباع ہوتا ہے فعل کا۔

سورہ مبارکہ آل عمران کی ۳۰ ویں، ۱۳ ویں آیت میں یہے بعد دیگر اطاعت کا

بھی حکم ہے اتباع کا بھی حکم ہے:

﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوهُنِّي يُحِبِّبُكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ . قُلْ أَطِينُهُمُ اللَّهُ وَالرَّسُولُ فَإِنَّ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكُفَّارِ . ﴾

اگر تم اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو میرے حبیب ان سے کہو کہ میرا اتباع
کریں۔ دعویٰ اللہ کی محبت کا، اتباع رسول کا۔

ہم نے زیادہ سے زیادہ کہا حضور محبوب خدا ہیں، قرآن کہتا ہے نہیں یہ
میرے نبی ہی کی شان نہیں ہے۔ ان کلمہ پڑھنے والوں سے کہو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے
ہو تو رسول کا اتباع کرو۔

اتباع رسول کے بغیر میں اپنی محبت کا دعویٰ تم سے قبول نہیں کروں گا۔ اور جب
تم نے اتباع رسول کر لیا تو پھر تمہیں دعویٰ کرنے کی ضرورت نہیں اللہ خود تم سے محبت
کرے گا۔ محبوب خدا تو وہ ہے جو اتباع رسول کرے۔

پیغمبر تو مرکز محبت الہی ہیں، میزان محبت الہی ہیں، یعنی اس ترازو پر ٹلے گا
انسان، جو رسول دے، لے لو۔ جس سے روکے، رُک جاؤ۔ جو رسول کہے وہ کہو، جو
کرے، وہ کرو۔ نہ اپنی طرف سے کچھ کہونہ اپنی طرف سے کچھ کرو۔ اسی لئے جب دین
سمکیل کی منزل میں آیا۔ تو ایک ہی وقت میں رسول نے کہا بھی اور کیا بھی، ہاتھوں پہ بلند

خالی اپنی اطاعت قبول نہیں کروں گا جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے
میری اطاعت کی۔ اطاعت ہوتی ہے قول کی، اتباع ہوتا ہے فعل کا۔

سورہ مبارکہ آل عمران کی ۳۰ ویں، ۱۳ ویں آیت میں یہی بعد دیگر اطاعت کا

بھی حکم ہے اتباع کا بھی حکم ہے:

﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُخْبِرُكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ . قُلْ أَطِينُغُوا اللَّهُ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكُفَّارِ . ﴾

اگر تم اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو میرے عجیب ان سے کہو کہ میرا اتباع
کریں۔ دعویٰ اللہ کی محبت کا، اتباع رسول کا۔

ہم نے زیادہ سے زیادہ کہا حضور محبوب خدا ہیں، قرآن کہتا ہے نہیں یہ
میرے نبی ہی کی شان نہیں ہے۔ ان کلمہ پڑھنے والوں سے کہو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے
ہو تو رسول کا اتباع کرو۔

اتباع رسول کے بغیر میں اپنی محبت کا دعویٰ تم سے قبول نہیں کروں گا۔ اور جب
تم نے اتباع رسول کر لیا تو پھر تمہیں دعویٰ کرنے کی ضرورت نہیں اللہ خود تم سے محبت
کرے گا۔ محبوب خدا تو وہ ہے جو اتباع رسول کرے۔

پیغمبر تو مرکزِ محبت الہی ہیں، میزانِ محبت الہی ہیں، یعنی اس ترازو پر ملتے گا
انسان، جو رسول دے، لے لو۔ جس سے رو کے، زک جاؤ۔ جو رسول کہے وہ کہو، جو
کرے، وہ کرو۔ نہ اپنی طرف سے کچھ کہونہ اپنی طرف سے کچھ کرو۔ اسی لئے جب دین
یحییل کی منزل میں آیا۔ تو ایک ہی وقت میں رسول نے کہا بھی اور کیا بھی، ہاتھوں پہ بلند

کر کے عمل کیا زبان سے:

”مَنْ كُنْتَ مَوْلَةً فَهَذَا عَلَيِّ مَوْلَةٌ.“

کہہ کر دین مکمل، نعمتیں تمام، اللہ راضی۔ (نعرہ حیدری)

میں قربان ہو جاؤں آمنہ کے اس چاند پہ، کہ ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی ہزاروں برسوں کی تبلیغ کے باوجود بھی وجودِ دین نامکمل تھا ۲۳ برس کے قلیل عرصے میں اس خاتم النبیین نے اس دین کو اتنا مکمل کر دیا اور جب آخر کے موقع پر انسانی فلاح کا قانون دے کر دنیا کو بتا دیا کہ کہنا پڑا انقلابی شاعروں کو کہاے رسول!

اس قدر عجلت سے ٹو روئے زمیں پر چھا گیا

دمی چکرا گئے تاریخ کو غش آگیا

ساری سیرت کا خلاصہ کیا ہے؟

پتھر کھاتے ہوئے نظر آتے ہیں، پتھر مارتے ہوئے نظر نہیں آتے۔ جگر اسود کی تنصیب پر اگر عزتیں حاصل کرنے کے لئے قبیلے لڑتے نظر آئیں تو امن رسول کی تدبیر سے، یہی وجہ ہے کہ اگر نبی پتھر کو بھی نصب کر دے تو چومنا واجب۔

قرآن مجید نے کسی بھی مقام پر توریت کی تردید نہیں کی، انجیل کی تردید نہیں کی۔ لیکن عمل کرنے کا حکم بھی نہیں دیا۔ اس لئے کہ توریت، انجیل، زبور کے خود ساختہ نااہل وارثوں نے نبیوں کے جانے کے بعد اس میں رد و بدل کر دیا تھا۔ اس لئے انسانیت کو گمراہی سے بچانے کے لئے یہ حکم دے دیا کہ کتاب پر ایمان لاو۔ اس لئے کہ اللہ کی طرف سے ہے۔ عمل اس لئے نہ کرو کہ بندوں نے تجزیب کاری کر دی۔ ذات پیغمبر مکمل نمونہ عمل ہے تمام مسلمانوں کیلئے۔ تو مجھے بڑی محبت کے

ساتھ ملتِ اسلامیہ یہ جملے کہنے دے کہ پیغمبر اسلام " کافروں کو مسلمان بنانے آئے تھے۔ مسلمان کو کافر بنانے نہیں آئے۔

اسی آغوش کی تربیت کا حسین ترین شاہکار حسین، فرزند سیدہ فاطمہ حسین، شہید اعظم حسین، نجات دہندة انسانیت حسین، کائنات کا مولا حسین، پشتِ نبوت پر سوار ہونے کا شرف حاصل کرنے والا حسین، اپنے نانا کی تربیت کا نتیجہ 61 ہجری میں کربلا میں دے رہا ہے جب انکار ہو رہا ہے کس کا؟ حسین کا نہیں، علی کا نہیں، فاطمہ کا نہیں، یعنی یزید نے دعویٰ نہیں کیا کہ (معاذ اللہ) میں سیدزادہ ہوں۔ یزید نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ (معاذ اللہ) میں رسول کی اولاد میں سے ہوں۔ یزید نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں امام ہوں۔

یزید نے اعلان کیا..... کوئی نبی نہیں تھا، کوئی وحی نہیں آئی تھی، انکارِ نبوت بھی ہوا۔ انکارِ قرآن بھی ہوا۔ تو تصادم کس سے ہوا یزید کا؟ حسین سے نہیں، بلکہ رایا ہے یزید اللہ سے، اس لئے کہ قرآن اللہ کا، دین اللہ کا، ملک اللہ کا، حکومت اللہ کی، سلطنت اللہ کی، درمیان میں حسین آیا۔ تو اس جنگ کو یزید اور حسین کی جنگ نہ سمجھنا۔ یہ جنگ ہے یزید اور پروردگار کے درمیان، جو لڑی گئی حسین کے ذریعے سے! جبھی تو خواجہ اجمیر نے پکارا کر کہا

۔ حقاً كه بنائے لا الله است حسین

۲۸ رب جب ۶۰ھ کو مدینہ چھوڑا، نانا کے روپے سے جدا ہوئے۔ سلام آخر کیا، ماں کی قبر پر جنتِ البقع میں آئے اور سلام کر کے ایک جملہ کہا۔ اماں قبر میں کیوں سورہ میں ہونا ناکے دین پر وقت آ گیا ہے۔

تم بھی لہو میں اپنا چمن دیکھنے چلو
زینب کے بازوں میں رسن دیکھنے چلو

۳ شعبان کو ملکہ پنج، قیام کیا مسلسل کعبے میں۔ دوستو میرے مسلمان بھائیو! میں دستِ ادب باندھ کے عرض کرتا ہوں مجھے پوری کائنات میں کوئی ایسا حاجی بتادو۔ جو مہینوں سے کعبے کی دیوار کے نیچے حج کا انتظار کر رہا ہو۔ اور عین حج سے ایک دن پہلے احرام کھول کر یہ کہہ کہ کعبے کو سلام کر کے چلا جائے کہ میرے اللہ کے گھر تیری حرمت باقی رہے۔ دو محرم کو کر بلا پنج، تین کو خیمے دریا سے ہٹے، چار کو فوجیں آنا شروع ہوئیں۔ سات محرم کو پانی بند ہوا۔ تین دن تک العطش، العطش کی آوازیں خیام حسینی سے آئیں، عاشور کا دن آیا۔ اذانِ علیٰ اکبر سے اللہ کی کبریائی کا اعلان ہوا۔ نمازِ فجر سے آغازِ شہادت تک ۱۰ اگھنے میں حسین کا کچھ نہیں بچا، رسولؐ کا سب کچھ بچ گیا۔

اجڑ گیا بتوں کا گھر، نہ اکبر نہ قاسم نہ عون و محمد نہ عباس، کر بلا میں ایک منزل ایسی بھی آئی کہ کر بلا میں ایک چھے مہینے کے بچے کو..... ہم شام غربت کے قریب آگئے۔

حسینؑ نے درخیمه پر آ کر اجازت مانگی۔ زینب سلام، رقیۃ سلام، ربب سلام، میلیؓ سلام، امام فضہ سلام، ایک ایک بی بی کو سلام کیا..... دروازے پر سواری کا انتظام نہیں تھا سواری تو کھڑی تھی کوئی رکاب تھا منے والا نہیں تھا۔ دائیں بائیں دیکھ کر کہا۔ آئیں آئیں حبیب آئیں آئیں رُہینر..... ہے کوئی ہماری سواری کو لانے والا۔ جب کوئی آوازنہیں۔ تو خیمے کے پردے سے ایک بی بی کی آواز آئی، حسینؑ! اجازت دے بہن باہر آ جائے تیرے گھوڑے کی رکاب تھا منے۔

حسین ذوالجہاں پے سوار ہوئے۔ ذوالفقار نیام سے نکالی۔ فوجوں پر حملہ کیا۔ میمنہ کو میرہ پے پلنا، میرہ کو قلب لشکر پے پلنا۔ یہاں تک کہ یزیدی فوج کا آخری دستہ کو نہ کی سرحدوں سے نکلا�ا۔ آخری وقت میں محمد مصطفیٰ کا نواسہ جنگ کر کے یہ بتا رہا ہے کہ تاریخ کا کوئی مؤڑت خیز نہ لکھ دے کہ مجبوراً گھیر کر مار دیا تھا۔ میں تو اس لئے

شہادت دے رہا ہوں کہ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ** باقی رہ جائے۔

عز ادارو! جب حسین حملہ کرتے تھے اور یزید کی فوجیں بھاگتی تھیں تو حسین رُک کر کہتے تھے، عباش بڑا حوصلہ تھا تجھ میں لڑنے کا، آتمن دن کے پیاسے کی جنگ دیکھ، اکبر بڑا ناز تھا تجھے اپنی جوانی پر، بوڑھے باپ کی جنگ دیکھ، ارے میرے شیرو! کہاں ہو؟ مجھے کوئی داد نہیں دیتا۔ بار بار نیسمے سے ایک دلبی دلبی آواز آتی تھی:

مر جامیرے پیاسے بھائی مر جبا!

جب فوجوں میں قیامت برپا ہوئی۔ یہاں تک کہ یزید کی فوجوں نے اعلان کیا الامان الحفیظ، اے رحمت للعالمین کے نواسے ہمیں امان دے!

ادھر یزید کی فوجوں کی آواز آئی۔ ادھر جبریلؑ نے زیر آسمان سورہ مجرکی

آیت تلاوت کی:

﴿يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَةُ ارْجِعِنِي إِلَى رَبِّكَ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً﴾

اے نفسِ مطمئنة! حسین لوٹ آپنے رب کی طرف، میں راضی ہو گیا۔ اے نوجوان بھائی کے بازو اٹھانے والے میں راضی ہو گیا۔ جیسے ہی جبریلؑ کی یہ آواز آئی۔ حسین نے ایک مرتبہ گردن جھکائی۔ ذوالفقار کو میان میں ڈال کر کہا:

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِفُونَ۔

اتا کہنا تھا عز ادارو!..... کہ حسین کی تکوار نیام میں آگئی۔ عمر سعد کے شکر نے گھرے میں لے لیا۔ کسی نے تیر مارا۔ کسی نے تکوار میں ماریں، کسی نے خجرا مارے کسی نے پتھر مارے ایک ہزار نو سو پچاس زخم کھا کر پشت ذوالجہاج سے زمین پر تعریف لائے ایک مرتبہ فضہ نے آواز دی، بی بی نسبت تیرے بھائی کی خیر..... آپ یہ سنتے ہیں حسین کو ذبح کیا گیا۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ ذبح ہوتا ہے شہرگ سے میرے امام زمانہ فرماتے ہیں کہ میر اسلام ہواں جدہ نامدار شہید حسین پر جسے شہرگ سے ذبح نہیں کیا گیا، پشت گردن پر ضرب میں مار کر جس کا سرتون سے جدا کیا گیا۔ اوہر حسین کا سرنیزے پہ بلند ہوا۔ اوہر بی بی سکینہ ہے ہتھی ہیں کہ شرما پنی فوج کا دستہ لئے ہمارے خیموں کی طرف بڑھا خیموں میں آگ لگادی گئی، سید انبوں کے سروں سے چادریں اٹاری گئیں۔

یہ کس کی بیٹیوں کی چادریں اُتر رہی ہیں جس محمد نے یتیم لاکیوں کے سروں پر چادریں ڈالی تھیں۔ عز ادارو! بی بی سکینہ ہے ہتھی ہیں جب پھوپھی زینب کی چادر چھپنی تو ایک مرتبہ شہزادی زینب نے اپنے ہاتھا پنے سر پر رکھے اور پکار کر کہا۔ عباش میری چادر! اندھیرا ہو گیا۔ شام ہو گئی۔ ڈوب گیا سورج۔ کر بلا میں شام غریباں چاروں طرف لاشے، کھلے سر پہباں، سہبے ہوئے پچے۔

حمد کہتا ہے میں نے دیکھا ایک بچی جس کے کان زخمی جس کے گرتے کا دامن جلا ہوا۔ جو دریا کی طرف دوڑی ہوئی جا رہی ہے اور آوازیں دے رہی ہے پچھا عباس میرے بندے چھین لئے گئے۔

کر بلا میں رات ہو گئی کر بلا میں سنا تا ہو گیا
 ایک خیمہ باقی رہ گیا۔ اس جلے ہوئے خیمے سے علیٰ کی بیٹی نے، محمد مصطفیٰ
 کے جانشین کو اپنی پشت پہنچایا۔ جو خیمے میں غش میں پڑا تھا۔ شانہ ہلاکر شریعت کی پابندی
 کا اعلان بھی کیا۔ امامت کا حق بھی بتایا۔

شجاداً! ہمارے خیمے جل گئے۔ اب ایک خیمد رہ گیا ہے، بتاؤ خیمے میں رہ جائیں
 یا جل کر مر جائیں؟ سید شجاداً نے ایک مرتبہ غش سے آنکھ کھولی اور فوراً آنکھوں پر ہاتھ
 رکھا، زندگی میں پہلی مرتبہ قیامت کا منتظر دیکھا۔
 پھوپھی کے کھلے سر کو دیکھ کر کہتے ہیں: پھوپھی اماں میرے چچا عباش کہاں ہیں
 بی بی کہتی ہیں بیٹا، عباش ہوتے تو میری چادر چھپتی!
 ایک مرتبہ بی بی زینب نے کہا اب تک روئی تھی اب نہیں روئی گی بچو، بیبیو! تم
 آرام سے جلی ہوئی قفات کے نیچے بیٹھو عباش نہیں تو کیا ہوا۔ زینب تو
 موجود ہے، میں پھرہ دوں گی۔

سارے بچوں کو اکھا کر لیا گیا، ہر ماں کی گود میں سہا ہوا بچہ تھا۔ سب بچے مل
 گئے۔ لیکن سکینہ نظر نہیں آئی۔ زینب کہتی ہیں بہن اُم کلثوم بچوں میں سکینہ نظر نہیں
 آ رہی۔ بی بی نے کہا سکینہ دو طرف ہی جاسکتی ہے یا تو زخمی کان دکھانے عباش کی طرف
 گئی ہو گی یا سینے پر سونے کے لئے حسین کی طرف گئی ہو گی، آؤ ایسے کریں میں دریا کی
 طرف جاتی ہوں تم مقلی طرف جاؤ۔

عز ادارو! بی بی اُم کلثوم دریا کی طرف چلیں۔ دریا کے قریب ایک
 بازو بریدہ لا شہ دیکھا، کیا وقت آ گیا تھا آلِ رسول پر لا شہ دیکھ کر ایک مرتبہ

آواز دی عباس

راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا عباس کا لاشہ دریا کی ترائی سے تین مرتبہ بلند ہوا۔ بی بی نے کہا یہاں میں تجھے اپنا کھلا سر دکھانے نہیں آئی۔ مجھے تو صرف اتنا بتا دے یہاں سکینہ تو نہیں آئی۔ لاشہ عباس سے آواز آئی۔ شہزادی یہاں سکینہ نہیں ہے اور ادھر علیٰ کی بڑی بیٹی، ادھر حسین کو زندہ رکھنے والی زینب، ادھر فاتح شام زینب، مقل میں پہنچی۔ آوازیں دیتی ہوئی رات ہے..... اندھیرا ہے

ایک لاش سے الجھ کر جوزینب گریں۔ غور سے جو دیکھا، سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا اکبر! پھوپھی ٹھوکریں کھارہی ہے جنگل میں.....

بہن کا پتہ بتا دے۔ آگے بڑھ گئی۔ ایک نشیب کے قریب پکارا، سکینہ..... سکینہ..... سکینہ.....

ایک نشیب سے آواز آئی۔ بہن زینب! آہستہ بولو، سکینہ میرے پاس ہے اس آواز پر بی بی زینب نے نشیب میں اتر کروہ منظر دیکھا جوزینب نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ سکینہ حسین کے پیروں پر منہ رکھے ہوئے تھی۔

سکینہ کو زینب نے جگا کر کہا سکینہ تم تو باپ کے سینے پر سونے کی عادی تھی آج باپ کے قدموں میں کیوں لیٹی ہو۔ سکینہ نے کہا کہ پھوپھی اماں آئی تھی سینے کی طرف، مگر سینے پر اتنے تیر تھے کہ پاؤں ہی سے پٹ کر سو گئی۔

سکینہ..... ہمارا سلام..... حسین ہمارا سلام..... سیدہ زینب ہمارا سلام



نَخْرُ الْعَالَمِينَ

(علامہ طالب جوہری)

﴿وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَجَئْنَا بَكَ شَهِيدًا عَلَى هُؤُلَاءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ﴾

عزیزانِ محترم! اس متبرک و محترم اور معزز اجتماع کے لیے میں نے سر نامہ کلام میں سورہ النحل کی ایک آیت کی تلاوت کا شرف حاصل کیا۔ سورہ النحل قرآن مجید کا سولہواں سورہ ہے اور جس آیت کی تلاوت کا شرف حاصل کیا گیا اس کا نشان نواہی ہے۔ اس آیت مبارکہ میں پروردگارِ عالم نے پیغمبر اکرمؐ کو مخاطب کیا۔ اور مخاطب کرنے کے بعد و مستقل بالذات باتیں ارشاد فرمائیں:

﴿وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنفُسِهِمْ﴾
قیامت کے دن ہم ساری قوموں پر ان کے نبیوں کو گواہ بنانا کر لائیں گے۔

﴿وَجَئْنَا بَكَ شَهِيدًا عَلَى هُؤُلَاءِ﴾

اور حبیب اسی قیامت کے میدان میں نبیوں پر تجھے گواہ بنانا کر لائیں گے۔
ہر نبی اپنی قوم کا گواہ، میرا نبی سارے نبیوں کا گواہ۔

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ﴾

اور حبیبِ ہم نے اس کتاب کو "اب تک صاحب کتاب کا ذکر تھا اور اب کتاب کا ذکر کرہ،" حبیبِ ہم نے اس کتاب کو تیرے اوپر اتارا:

﴿تَبَيَّنَا لِكُلِّ شَيْءٍ﴾ اس کتاب میں ہر شے کا کھلا بیان ہے۔

وَهُدًىٰ يَهُدِيٰ کتابِ هدایت ہے، وَرَحْمَةٌ يَهُدِيٰ کتابِ رحمت ہے، وَبُشْرَىٰ يَهُدِيٰ کتابِ خوشخبری ہے۔ **لِلْمُسْلِمِينَ** مسلمانوں کے لیے۔

یہ کتاب ہدایت بھی ہے، رحمت بھی ہے، خوشخبری بھی ہے اور اس کتاب میں ہر شے کا علم ہم نے رکھ دیا۔ اور حبیبِ ہم نے اس کتاب کو تیرے اوپر نازل کیا۔

پروردگارِ نیا ہم نے کہ تو نے اس کتاب کو اپنے حبیب پر نازل کیا۔ مالک کب نازل کیا؟ کہا قرآن پڑھو:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ نَذَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ﴾

حبیبِ ہم نے اس قرآن کو جبریل کے ذریعے تیرے دل میں آتارا۔ کافیوں پہ نہیں، آنکھوں پہ نہیں، دماغ پہ نہیں، قرآن اترامیرے محمدؐ کے دل پر توبہ پروردگار ایک سوال کا جواب اور دے دے، تیرے قرآن کی قوت کیا ہے؟ کہا جاؤ سورہ حشر میں پڑھو، انسٹھواں سورہ ہے قرآن مجید کا:

﴿لَوْ أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خَاسِعاً مُتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ﴾

پہاڑ استقلال کی علامت ہے، پہاڑ ثابت ندمی کی علامت ہے۔ پہاڑ اپنی جگہ نہیں چھوڑتا، تاہم محاورے میں کہتے ہیں فلاں شخص اپنی رائے میں پہاڑ ہے۔ ہمانہیں ہے۔ تو پہاڑ نہ زلزلوں کا نوٹس لے، نہ آندھیوں کا نوٹس لے۔ نہ جگہ چھوڑے، نہ ہے، نہ ذمگائے۔ سینکن قرآن مجید میں طاقت اتنی ہے کہ اگر قرآن پہاڑ پہاڑ جائے تو پہاڑ

اپنی جگہ چھوڑ دے۔ جسے اتنے مضبوط پھاڑنہ روک سکیں۔ اسے ابوطالبؓ کا بھیجا اپنے
(نورہ حیدری)

دل پر روک لے۔

بات پہنچ رہی ہے تاں، میرا نبی سمجھ میں آ رہا ہے کہ نہیں؟ عبدالمطلبؓ کا پوتا
ہے۔ عبداللہ کا بیٹا ہے۔ آمنہ کا چاند ہے۔ ابوطالبؓ کا بھیجا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ اور نبی بی آمنہ کے بیٹے نے بارگاہ الحنی میں عرض کی
کہ پروردگار اگر تیرے بنائے ہوئے قرآن کو تیرے بنائے ہوئے پھاڑ برداشت نہ
کر سکیں تو میرے دل کو اپنے قرآن کا حل بنادے۔ تو جسے پھاڑنہ اٹھا سکا اسے محمدؐ کے
دل نے اٹھا لیا۔ اب قلب محمدؐ کی طاقت سمجھ میں آئی۔ بھی جس کا دل اتنا مضبوط ہوا
(نورہ حیدری)

کاماغ کمزور نہیں ہو سکتا۔

قرآن کیلئے کہا: ﴿تَبَيَّنَا لِكُلِّ شَيْءٍ﴾ ہم نے ہر شے کا بیان قرآن میں
لکھ دیا۔ اور نبیؐ کیلئے کہا: ﴿عَلِمْكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ﴾ (النساء: ۱۳)

حبیبؐ ہر شے کا علم تجھے دے دیا۔

تو ہر شے کا بیان قرآن میں، ہر شے کا علم محمدؐ میں۔ قرآن اور محمدؐ برابر ہو گئے یا
نہیں؟ چار صفات ہیں تاں قرآن پاک کی۔ دوسری صفت قرآن کی کہ قرآن ہدایت ہے۔
ہدایت قرآن ہدایت ہے۔ محمدؐ ﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ (۵۲)
الشوری۔ تو ہدایت کرنے والا ہے صراطِ مستقیم کی طرف۔ سارا بیان قرآن میں سارا علم محمدؐ
میں۔ قرآن ہدایت ہے۔ محمدؐ ہدایت کرنے والا ہے۔ رسولؐ اور قرآن دو صفتوں میں برابر
ہو گئے تاں۔ تیسرا صفت رَحْمَةُ قرآن رحمت ہے۔ اور محمدؐ عالمین کے لیے رحمت۔
﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (الأنبياء: ۱۰۸)

حُبِيبُهُمْ نَزَّلَهُ عَالَمِينَ كَمَا لَيْسَ بِحَصْوَلِ رَحْمَتِهِ بِنَاءً - قرآن رحمت، رسول رحمت، قرآن ہدایت، رسول ہدایت کرنے والا۔ سارے بیان قرآن میں۔ سارا لم رسول میں۔ تینوں صفتؤں میں رسول برابر ہو گئے تاں قرآن کے۔ اب صرف چھی صفت۔ **بُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ**، مسلمانوں کے لیے بشارت ہے۔

کیا سورہ الحزادب کی آیت بھول گئے جس میں پروردگار نے کہا:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴾

حُبِيبُهُمْ نَزَّلَهُ عَالَمِينَ، تجھے رسول بنایا، تجھے خوشخبری سنانے والا بناپ قرآن خوشخبری، محمد خوشخبری سنانے والا۔ تو چاروں صفتیں جو قرآن کی تھیں وہ میرے میں ہیں کہ نہیں ہیں؟ ایسا لگتا ہے کہ جیسے چیز ایک ہے پہلو دو ہیں۔ یعنی میں کہنا کیا چاہے ہوا۔ علم الٰہی جب لفظوں میں ڈھلاتو قرآن کھلایا۔ اور وہی علم الٰہی جب پیکر میں ڈھاتو۔ محمد کھلایا۔ قرآن اور محمد کی طینت میں اتنا اتحاد ہے کہ اگر محمد کتابوں میں ہونے تو نام قرآن ہوتا۔ اور اگر قرآن انسانوں میں ہوتا تو نام محمد ہوتا۔ (پرزور نظرے)

قرآن برابر ہے محمد کے۔ محمد برابر ہے قرآن کے۔ یعنی اب جو صفت قرآن کی وہ میرے محمد کی بس قرآن لا ریب ہے۔ میرا محمد بے عیب ہے۔ اس دنیا میں کتنے ہوں گے مصنفوں؟ کسی نے دس لکھ دیں، کسی نے سو لکھ دیں، کہو قرآن فلاں ک کتاب جیسا؟ قرآن تو فلاں کتاب جیسا نہ ہو جائے اور محمد تم جیسا ہو جائے یہ کیہ اسلام ہے؟ اب تک توبات تھی کہ قرآن و محمد برابر ہیں لیکن اب میں کیا کروں اگر اب اللہ اپنے محمد کو اپنے قرآن سے بڑھادے۔ اب میں فرق بتاؤں محمد اور قرآن میں:

﴿ تَبَيَّنَا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴾

قرآن رحمت ہے لِلْمُسْلِمِينَ، اور محمدؐ۔

﴿وَ مَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ.﴾

(داد و تحسین)

رحمت ہے عالمیں کیلئے -

اب تک گفتگو کتاب پڑھی۔ آیت کا دوسرا جز کتاب کے متعلق ہے۔ اور آیت کا پہلا جز، صاحب کتاب کے متعلق ہے۔

﴿يَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَ جَئْنَا

بِكَ شَهِيدًا عَلَى هُؤُلَاءِ.﴾

قیامت کے دن سارے نبیوں کو ان کی قوموں پر گواہ بنائیں گے اور حبیب تجھے ان سارے نبیوں پر گواہ بنائیں گے تو جو فاصلہ امت میں ہے اور نبی میں ہے وہی فاصلہ نبیوں میں ہے۔ اور محمدؐ میں ہے۔ اس نے کتاب بھیجی میری مرضی سمجھو۔ اس نے صاحب کتاب بھیجا اس کے کردار کو دیکھو۔ میری مرضی سمجھو۔ اور ان دونوں کے مجموع کا نام رکھا دین۔

دین تنہا قرآن نہیں ہے۔ دین کردار محمدؐ کے ساتھ ہی مکمل ہوتا ہے۔ گفتار محمدؐ کے ساتھ ہی مکمل ہوتا ہے۔ کتاب اور صاحب کتاب مل کر دین کو تکمیل دیتے ہیں۔

اور ایک مرتبہ سورہ روم نے آواز دی:

﴿فَآتَيْنَاكَ لِلَّذِينَ حَنِيفُوا فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيْمُ وَ لِكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ.﴾ (الروم: ۳۰)

سنوا! اپنے رخ حیات کو متوجہ کرو دین کی طرف۔ میرا دین سیدھا ہے۔

حنیف سیدھا ہے۔ جس میں کبھی نہ ہو، اللہ کہہ رہا ہے کہ میرا دین حنیف ہے۔ سیدھا ہے اس پر قائم رہو۔

﴿ذَالِكَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَاجًا﴾
قیم بھی ہے کتاب میں اپنے دین کا تعارف کر رہا ہے۔ کیا سورہ الکھف کی پہلی آیت بھول گئے:

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَاجًا﴾
حمد ہے اس اللہ کی جس نے (قرآن) کتاب کو نازل کیا۔ اور اس کتاب میں کوئی کبھی نہیں رکھی۔ دین بھی سیدھا حنیف، کتاب بھی سیدھی، دین قیم۔ ایک آیت میں قران کے دولفظ حنیف ”سیدھا“، ”قیم“ ”مضبوط“، کیا سورہ بقرہ کی وہ آیت بھول گئے؟
﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى لَكُمُ الَّذِينَ فَلَاتَمُوتُنَ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (البقرہ: ١٣٢)
اللہ نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مصطفیٰ بنایا ہے۔ مصطفیٰ کے معنی معلوم ہیں، چنان ہوا۔
اور اب سورہ نور، چوبیسوائی سورہ قرآن مجید کا۔

﴿إِنَّهُمْ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ﴾

سورہ نور میں کہا کہ: دین مرضی ہے۔ اور اب تین مقامات پر آیت آئی ہے۔
سورہ توبہ میں بھی، سورہ فتح میں بھی۔

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ﴾ (الفتح: ٢٨)
یہ دین سیدھا ہے۔ مضبوط ہے۔ دین چنان ہوا ہے۔

اور اب سورہ زمر نے آواز دی۔ اتنا لیسوائی سورہ قرآن مجید کا۔

﴿أَلَا لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ الْحَالِصُ﴾ (آیت: ٣)

آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کادین خالص ہے۔ اور اب سنو سورہ نحل نے آواز دی:

﴿ وَلَهُ الِّذِينَ وَاصْبَأَ أَفْغَيْرَ اللَّهِ تَتَقَوَّنَ ﴾ (آیت: ۵۲)

اللہ کادین واصب ہے۔ واصب جو مسلسل جائے۔ واصب، جس میں رکاوٹ نہ ہو۔ واصب جو دائیٰ ہو۔ واصب جس میں تسلسل ہو۔ واصب۔ جس میں دوام ہو۔ واصب۔ جونہ ٹوٹے نہ بکھرے۔ اسے کہتے ہیں واصب۔ تو اللہ کادین واصب ہے۔ مسلسل جانے والا ہے۔

پروردگار نے دین کی صفتیں بیان کر کے دین پہنچوادیا۔ دین کا ہادی پہنچوادیا۔ (صلوٰۃ) دین سیدھا ہے۔ ہادی سیدھا ہوگا۔ دین مضبوط، ہادی مضبوط ہوگا، دین مضبوط ہے۔ ہادی مصطفیٰ کا ماننے والا ہوگا۔ دین مرتضیٰ ہے، ہادی مرتضیٰ سے محبت کرنے والا ہوگا۔ دین حق ہے ہادی باطل کے رستے پر نہیں ہوگا۔ دین خالص ہے ہادی کے عقیدے میں شرک کی ملاوت نہیں ہوگی۔ اور اب آخری لفظ اللہ کادین مسلسل ہے۔ تو اگر مسلسل ہے تو ہادی بھی مسلسل جائے گا۔ (نصرۃ حیدری)

جب سب کے دروازے بند ہو جائیں تو اس کا دروازہ کھلتا ہے۔ پروردگار سرمایہ داروں کے دروازے بند ہو گئے۔ مالک صاحبان اقتدار بھی سو گئے۔ فقط ایک تیرا دروازہ ہے جو کھلا ہوا ہے۔ تمہارا دھنو ان آدمی رات کو نہیں دے گا۔ بار بار مانگو گے تو چڑھ جائے گا۔ تم میں اور اس میں فرق یہی ہے۔ تم سے بار بار مانگو تو تم چڑھ جاؤ اور اس سے بار بار نہ مانگا جائے تو چڑھ جائے۔ کتنا رحمٰن ہے، کتنا رحیم ہے۔ کیا عجیب شفقوتوں والا خدا ہے۔ کبھی ندامت کے اک قطرہ اشک پر راضی ہو گیا۔ کبھی ایک کلمہ توبہ پر راضی ہو گیا۔ کبھی اک سجدہ بے اختیار پر راضی ہو گیا۔ اسے سجدہ کر کے تو دیکھو، وہ تو پکار رہا ہے۔ ک

میں دینے کیلئے تیار ہوں۔ ہے کوئی لینے والا۔ بھی یہی سبب ہے کہ کتاب میں پورا تسلسل ہے، ورق اللہتے جاؤ اور دیکھتے جاؤ، کہ انبیاء نے کس کس طریقے سے اپنے اللہ سے دعا میں مانگی ہیں۔

آدم نے آواز دی پروردگار ہم سے غلطی ہو گئی۔ مغفرت کر دے، رحم کر دے، اگر تو نے مغفرت نہ کی تو ہم خسارے اٹھانے والوں میں ہوں گے۔ نوح نے آواز دی۔ پروردگار اس زمین سے ایک ایک کافر کو چین کر ہلاک کر دے۔ ابراہیم نے ماں گا پروردگار دھلاندے مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ ذکریا نے دعا کی کہ پروردگار مجھے اکیلانہ چھوڑنا اور تو بہترین وارث ہے۔ موسیٰ نے دعا مانگی پروردگار میری زبان کی گھیتوں کو کھول دے لوگ میری بات کو سمجھ سکیں۔ میرے خاندان سے میرے لیے اک وزیر بنادے۔ نام ”ہارون“ رشتہ میرا بھائی ہے، عیسیٰ نے دعا کی ماں آسمان سے مائدہ نازل کر دے۔

اور اب میرا نبی دعا مانگو۔ ”پروردگار“ میرے علم میں اضافہ فرماء، نبی دعا مانگو پروردگار میری مغفرت فرماء، مجھ پر رحم کر بہترین رحم کرنے والا تو ہے۔

حبيب دعا مانگو! اچھا، سارے نبی تو اپنی مرضی سے دعا مانگ رہے تھے۔

﴿قُلْ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِّي مِنْ لَذْنَكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا﴾
(النساء: ۱۸۳)

حبيب دعا مانگو میں دوں گا

ماں تو تو عالم الغیب ہے ناں، جانتا ہے تیرے نبی کو ضرورت کیا ہے؟ دے دے! یہ دعا مانگوانے کی ضرورت کیا ہے؟ تو کہا یہی تو بتانا تھا کہ یہ وہ حبيب ہے جو اپنی مرضی سے دعا تک نہیں مانگتا۔ تو کیا دین کو تمہارے مرضی پر چھوڑ کے جائے گا؟ اب

قیامت تک دین میں فقط محمدؐ کی مرضی چلے گی۔ محمدؐ نے جو حلال و حرام معین کر دیے وہ قیامت تک جائیں گے۔

پروردگار مجھے سچائی کے ساتھ داخل کر دے۔

پروردگار مجھے سچائی کے ساتھ باہر نکال دے۔ مدینے میں داخلے کی دعا، کے سے نکلنے کی دعا (صحنی ہجرت کی دعا)۔

﴿وَاجْعَلْ لِّي مِنْ لَذْنَكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا﴾

اور پروردگار میرے لیے بنا دے اپنے پاس سے ایک طاقتور مدد کرنے والا۔

رسولؐ نے کہا: پروردگار مددگار دے دے۔ نبیؐ نے مد نہیں مانگی۔ مددگار مانگا ہے۔

(نصرۃ حیدری)

بتلا دیا کہ غیر اللہ سے مدد لینا حکم خدا بھی ہے اور سنت رسول بھی۔ حبیبؓ نے کیا کہا مالک نصیر دے۔ موئیؓ نے کیا کہا مالک وزیر دے، موئیؓ کوزیر ملے، محمدؐ کو نصیر ملے لیکن عجیب فرق کے ساتھ۔ موئیؓ نے کہا مالک میرے خاندان سے وزیر دے۔ تو موئیؓ کا وزیر یا آئے خاندان سے۔ محمدؐ نے دعا مانگی مالک اپنے پاس سے دے۔ موئیؓ کا وزیر موئیؓ کے خاندان سے ہے۔ محمدؐ کا وزیر اللہ کے پاس سے آئے۔ تواب دیوارِ کعبہ پر نگاہ جمائے رکھنا۔ میرے نبیؓ کو نصیر ملا۔ نہ ملا ہوتا تو بستر پر لیتا کون؟

توب میرے نبیؓ کے پاس جو نصیر آیا وہ اللہ کے پاس سے آیا۔

عجیب بات ہے احمد میں گھسان کی جنگ ہے۔ ایک مسلمان سپاہی لڑتے لڑتے مشرکوں کے زخم میں چلا گیا۔ تکوار ثبوت گئی۔ آدمی تکوار لیے ہوئے رسولؐ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ! تکوار ثبوت گئی۔ رسولؐ نے نیچے دیکھا، کھجور کی ٹہنی پڑی تھی۔

رسول نے اٹھائی اور دے دی۔ کچھ ایسی حالت ہوئی کہ مسلمانوں کی فتح شکست میں بد لئے گئی۔ تو ایسے عالم میں مشرکین نے حملہ کیا۔ میرے بیوی پر۔

اور علیؑ نے رسولؐ کے علاقے کے گرد پھر کر طواف کر کے رسولؐ کو بچاتا شروع کیا۔ لڑتے لڑتے علیؑ کی تکوار ثوت گئی۔ ابھی تو کچھ دیر پہلے ٹوٹی تھی تو کھجور کی ٹہنی اٹھا کر دے دی تھی۔ علیؑ نے کہا یا رسول اللہ! تکوار ثوت گئی۔ رسولؐ خاموش ہیں۔ اب میں ہاتھ جوڑ کر عرض کروں۔ یا رسول اللہ! کوئی کھجور کی ٹہنی دے دیجئے اور اگر کھجور کی ٹہنی موجود نہ ہو تو آپ جو بھی دیں گے وہ تکوار بنے گی۔ اس لیے کہ آپ کا ارادہ مشیت ہے۔ اتنے میں ایک فرشتہ پکارتا ہوا آیا اور وہ پکار آپ کے ذہن میں موجود ہے:

لَا فَقْتِ إِلَّا عَلَىٰ لَا سَيْفٍ إِلَّا ذُؤُلْفِقَارٍ.

لا کر ذوالفقار رسول گودی اور کہایا اپنے بھائی علیؑ کو دے دیجئے۔ رسول نے ذوالفقاری اور علیؑ کے ہاتھ میں دے دی۔ اب میں سوچتا رہا کہ یہ انتظار کس بات کا کہ ذوالفقار آئے؟

بھی اٹھا میں کھجور کی ٹہنی اور دے دیں۔ کہا نہیں اپنی طرف سے نہیں ڈوں گا۔ اگر سپاہی ادھر سے آیا ہے تو اسلحہ بھی ادھر سے آئے گا۔ (نصرۃ حیدری) اور سنو یہ کوئی اکیلانصیر نہیں ہے۔ خاندانی نصیر ہے۔ یاد نہیں رہا اس کے باپ ابوطالبؓ نے شعر پڑھا تھا۔ اپنے سنتیجے محمدؐ کو مناطب کر کے

وَاللَّهُ لَنْ يَحْلُوا إِلَيْكَ بِجَمِيعِهِمْ
حَتَّىٰ أُوْسَدَ فِي التُّرَابِ دَفِينًا

خدا کی قسم یہ مشرکین اگر سو فیصد بھی جمع ہو جائیں تو یہ تجوہ تک پہنچ نہیں سکتے۔

ابھی تو میں زندہ ہوں؟

یہ ہے تو حیدر کی قوت خاندان ہے ناں، نصرت کرنے والوں کا۔
نصیر سمجھ میں آگیا احمد کے میدان میں۔ ابوطالب اسکا باپ محمدؐ کی
حافظت کرنے والا، حسینؐ اس کا بیٹا کیا خاندان ہے!!

28 رجب المرجب کو جب حسینؐ ابن علیؑ مدینے سے رخصت ہوئے ہیں تو یہ

کہتے ہوئے رخصت ہوئے ناں،

کہ اگر میرے نانا کا دین، دینِ محمدؐ میرے قتل کے بغیر نجات نہیں سکتا تو تکوار و آؤ
مجھے گلزارے گلزارے کرو۔

بڑی عجیب رات گزاری ہے حسینؐ نے، 28 رجب کی رات۔

جب طے ہو گیا ناں کہ اب مدینہ چھوڑنا ہے تو ابو الفضل العباسؐ کے شانے پر
ہاتھ رکھ کر کہا! بھیا ب شہر بنے کے قابل نہیں رہا۔ سامان سفر کی تیاری کرو۔

ادھر عباسؐ سامان کی تیاری میں مصروف ہوئے اور ادھر حسینؐ اپنے بیت
الشرف میں آئے۔ نصف شب تک عبادت میں مشغول رہے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ آدمی
رات کو باہر نکلے، پہلے نانا کی قبر مقدس پر گئے۔ دونوں ہاتھ نانا کی قبر پر رکھ کر کہا کہ نانا!
آپ پر میرا اسلام۔ اور اس کے بعد تاریخ کا وہ مشہور جملہ کہا کہ اے اللہ یہ تیرے نبیؐ کی
قبر ہے۔ اور میں تیرے اس نبیؐ کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔ مالک تیرے علم میں ہے کہ میرے
ساتھ کیا واقعہ پیش آ رہا ہے۔ پروردگار اس پورے عمل میں جو میں اب کرنے والا ہوں
مجھ سے وہ کام انجام دلوا جس میں تیری رضا بھی ہو، تیرے رسولؐ کی بھی رضا
ہو۔ ایک جملے میں حسینؐ کے اقدام کر بلکہ اپرا منصوبہ ہے۔ کہ جو ہو گا وہ رضاۓ الہی

کے مطابق ہوگا اور رضاۓ محمدؐ کے مطابق ہوگا۔

یہ کہہ کر حسینؑ نے گریہ شروع کیا۔ روتے روتے آنکھ لگ گئی۔ نانا کو خواب میں دیکھا۔ ایک مرتبہ رسولؐ نے حسینؑ کو سینے سے لگایا کہا نانا مجھے اپنے پاس بلا بیجھے۔ کہا بیٹا اب وہ وقت آ رہا ہے۔

مقتل لکھتا ہے کہ جب رسولؐ کی قبر مطہر پر جا رہے تھے تو ایسے ہم قدم کے قدم اٹھا رہے تھے جیسے کوئی کوہ دقار جا رہا ہو۔ جب بھائی کی قبر پر گئے تو جما جما کے قدم اٹھا یا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی زمین و آسمان کا شہزادہ جا رہا ہو۔ اور جب بھائی سے رخصت ہوئے اور چلے ماں کی قبر کی طرف تو ایسے دوڑے جیسے چھوٹا بچہ اپنی ماں کی گود کی طرف دوڑتا ہے۔

ماں کی قبر مطہر پر آئے۔ دونوں ہاتھ فاطمۃ الزہراؑ کی قبر پر رکھے اور کہا۔ اماں آپ کو میرا سلام پہنچے۔ راوی کہتا ہے کہ ایک مرتبہ قبر سے آواز آئی۔ اے ماں کے پردیسی بیٹے تجھے بھی میرا سلام ہو۔ حسینؑ رخصت ہوئے۔ صبح ہوئی۔ سامانؑ سفر تیار ہوا۔ ۲۸ رجب کو چلنے کی شان یاد ہے ناں۔ رسولؐ کا نواسہ ہے۔ رسولؐ کا شہر ہے مدینہ۔ اور رسولؐ کا نواسہ اس شہر کو چھوڑ کر جا رہا ہے۔ بڑا ہجوم ہے۔ بڑی دور دور سے لوگ آئے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھنے کیلئے کہ نبیؐ کا نواسہ نبیؐ کے شہر کو چھوڑ کر کیسے جاتا ہے۔

سامانؑ سفر تیار ہوا۔ سید انیاں ناقوں پر پیشیں۔ ناقے آگے بڑھے۔ جب پورا قافلہ تیار ہو چکا۔ حسینؑ علیؑ اپنے ذوالجناح کے قریب آئے، ذوالجناح پر سوار ہوئے، گھوڑے کو ایڑ لگانا ہی چاہتے تھے کہ ایک مرتبہ ابوالفضل العباسؑ قریب آئے۔ کہا مولا! اگر مصلحت ہو تو کچھ دیر کیلئے رک جائیں اور گھوڑے سے نیچے آ جائیں۔ کہا عباسؑ

ابھی تو ہم پشتِ ذوالجناح پہ بلند ہوئے ہیں۔ یہ آخر بات کیا ہے؟ کہا مولا! بات یہ ہے کہ بنی ہاشم کی عورتیں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہیں۔ کہا! بنی ہاشم کی عورتوں کو بلا و حسینؑ کی ذوالجناح سے اترے، بنی ہاشم کی عورتوں نے آ کر گھیر لیا۔ کہا کیا بات ہے؟ بنی ہاشم کی عورتوں نے کہا! کہ مولا ہم یہ تو نہیں کہتیں کہ آپ نہ جائیے۔ ٹھیک ہے آپ نے طے کیا ہے تو آپ جائیں۔ اچھا ہم یہ بھی نہیں کہتیں کہ زینب و ام کلثومؓ کو چھوڑ جائیں، مولا آپ لے جارہے ہیں تو لے جائیں۔ مگر مولا ایک خواہش ہے اور وہ خواہش یہ کہ ہم دور و یاقظار لگا کر کھڑی ہو جائیں اور شہزادی زینبؓ کی سواری ہمارے درمیان سے گزر جائے۔

بھئی کوفہ و شام کی سواری یاد آئی۔

۲۸ رجب المرجب کو قافلہ چلا۔ ۳ شعبان کو حسینؑ وار و مکہ ہوئے۔ ذوالحج کو حسینؑ نے حج کو عمرے میں بدلا اور کربلا کی طرف سفر اختیار کیا۔ ۲ محرم الحرام کو حسینؑ کے ذوالجناح نے چلنے سے انکار کیا۔

حسینؑ نے سواریاں بدلتی ہیں۔ اس میدان میں آنے کے بعد اور جب کسی بھی سواری نے حرکت نہیں کی تو ایک مرتبہ اہل قریب کو بلا کر پوچھا کہ بتاؤ اس گاؤں کا نام کیا ہے؟ کسی نے کچھ بتایا کسی نے کچھ، ایک بوڑھے نے آگے بڑھ کر کہا کہ مولا ہم تو صد یوں سے اس جگہ پر آباد ہیں اور ہمارے بزرگوں کی تاریخ ہے کہ اس زمین نے کبھی کسی نبی اور وصی نبی کا ساتھ نہیں دیا۔ مولا! ہم پسند نہیں کرتے کہ آپ اس مقام پر قیام کریں۔ جتنی جلد ممکن ہو اس مقام سے نکل جائیں۔ کہا لیکن اس کا نام تو بتا دیں۔ اس نے آواز دی۔

کر بلاء، مولا اس کا نام کر بلاء ہے۔

یہ سننا تھا کہ حسین نے بے اختیار کہا:

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ.

خدا کی قسم یہ کرب و ابتلا کی منزل ہے۔ یہاں ہماری سواریاں ٹھہریں گی۔

یہاں ہمارے بچوں پر پانی بند کیا جائے گا۔ یہاں ہمارے جوان ذنب کر دیئے جائیں گے۔ یہاں ہماری قبریں بنادیں جائیں گی۔ یہاں ہماری سید انیاں اسیر کر لی جائیں گی۔

۲۲ محرم کو کربلا کے میدان میں خیمے لگے۔ تیری محرم سے فوجیں آنا شروع ہوئیں۔ چوتھی محرم کو پیر سعد کا شکر آیا۔ ساتویں محرم کو حسین اور حسین کے بچوں پر پانی بند کر دیا گیا۔ اب حسین کے بچے ہیں اور **الْغَطَشُ، الْغَطَشُ** کی آوازیں ہیں۔

آٹھویں محرم گزری، نویں محرم کو حسین ابن علی کے پورے شکر کو فوجوں نے گھیرایا۔ عاشور کی شب گزری۔ سفیدہ نمودار ہوا۔ اکبر نے لہجہ محمد میں اذان دی۔ تیر آئے۔ حسین کے آدھے دوست شہید ہو گئے۔ اور اس کے بعد ایک گیا (شہید ہوا)۔ حسین کو پکارا۔ حسین لاشہ لے کے آئے دوسرا گیا۔ شہید ہوا۔ حسین کو پکارا۔ حسین پھر گئے اور لاشہ لائے۔ اصحاب گئے، انصار گئے، عزیز گئے اور اب ایک مرتبہ وہ سامنے آیا جو فوج کا علمبردار تھا۔

مولانا مجھے جنگ کی اجازت ہے؟ کہا نہیں۔ البتہ پانی لانے کی اجازت ہے۔

وہ علمبردار میدان میں آیا، پانی بھرا، چلا گرز لگا، زمین پر آیا اور وہ حسین جو صح سے لے کر شام تک لاشے لاتے رہے۔ عاشور کے دن حسین ایسے لڑے کہ لوگ عاشور کے بعد خیر کے تذکرے کو بھول گئے۔

لکھا ہے تاریخ لکھنے والوں نے کہ جب کوئی میدان سے پکارتا تھا کہ مولا میری مدد کو پہنچے تو حسینؑ اپنے گھوڑے کو بھگاتے ہوئے جاتے تھے اور جھک کر اس شہید کے لائے کو باسیں ہاتھ سے اٹھاتے تھے۔ اور داسیں ہاتھ سے گھوڑے کو اشارہ کر کے خیام تک اس لائے کو رکھ دیا کرتے تھے۔ اور یزید کی فوج کے سپاہی رکابوں پر زور دے کر کھڑے ہوتے تھے اور حسینؑ کی شان کو دیکھا کرتے تھے۔

یہ اس وقت کی شان تھی جب عباسؑ نے نہیں پکارتھا۔ جب عباسؑ نے پکارت تو ایک مرتبہ دونوں ہاتھ کمرپر رکھے۔ عباسؑ گئے۔ میرے مولا اکیلا ہوا اور اب میرے مولا نے آواز دی:

هَلْ مِنْ مُغَيْثٍ يُفَيِّثُنَا !

هَلْ مِنْ نَاصِبٍ يَنْحُضُنَا !

ہے کوئی میری مدد کو آنے والا! بھتی کوئی نہ آیا۔ مگر جھولے سے ایک بے شیر زمین پر آگیا۔

بے شیر کو میدان میں لائے چھ مہینے کا بچ۔ بھتی جھٹڑا میرا آپ کے ساتھ ہو سکتا ہے لیکن میرے چھ مہینے کے بچ کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔

چھ مہینے کا بچ ہے حسینؑ کے ہاتھ پر اور تیری ظلم سے سیراب ہوا۔ حسینؑ لائے، دفن کیا اور اب ایک مرتبہ خیئے کے قریب آئے کہا۔ فضہ، صندوق کو کھول میرا پرانا لباس لے آ۔ لیکن دیکھ فضہ، نسبؓ کو خبر نہ ہونے پائے۔ فضہ گئی۔ صندوق کھولا۔ ایک پرانا پھٹا ہوا لباس لے کے دامن میں چھپا کر چلی۔ شہزادی نسبؓ کی نگاہ پڑ گئی۔ کہا فضہ تیرے دامن میں کیا ہے؟ فضہ خاموش ہے۔ ایک مرتبہ جلال کے عالم میں کہا۔ میری ماں

کے حق کا واسطہ۔ بتلادے تیرے دامن میں کیا ہے؟ حسین نے لباس مانگا ہے۔ کہا
لباس نہیں مانگا۔ میرے بھائی نے کفن مانگا ہے۔

لباس پہنا۔ ذوالجناح پر سوار ہوئے سکینہ سے رخصت ہوئے۔ یاد ہے نان،
سکینہ کو بڑی دریتک گود میں لے کر پیار کرتے رہے۔ اور جب بہت دری باتمیں کر لیں تو
سکینہ سے کہنے لگے۔ سکینہ مجھے اب اجازت دو۔ شاید میں تمہارے نے پانی لاوں۔ بس
یہ سننا تھا کہ پچھی نے باپ کے دونوں شانے پکڑ لیے۔ اور کہا: بابا! پچھا عباس بھی تھی کہہ
کر گئے تھے۔

حسین میدان میں آئے۔ میدان میں آنے کے بعد جنگ کی۔ فوجیں دور
دور بھاگ گئیں۔ ایک مرتبہ آواز آئی:

﴿يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكَ رَاضِيَةً مَرْضِيَةً﴾
پس یہ سننا تھا کہ حسین نے تکوار کو نیام میں رکھا۔

”رضاً بِقَضَائِهِ وَ تَسْلِيْنِمًا لِأَمْرِهِ“ کہہ کر سر کو جھکا کر ذوالجناح پر بیٹھ
گئے۔ بھاگی ہوئی فوجیں پلٹیں۔ کہیں سے تکواریں آئیں۔ کہیں سے نیزے آئے۔ کہیں
سے تیر آئے۔ کہیں سے پتھر آئے۔ میرا مولا زخمی ہو گیا۔ سر زخمی، گلا زخمی، سینہ زخمی،
شانے زخمی۔ ایک مرتبہ ذوالجناح نے حسین کو زمین پر اتارا۔ جیسے ہی حسین زمین پر
تشریف لائے۔ فوج یزید میں فتح کے فقارے بختے لگے۔ جب شور کی آواز پیدا ہوئی تو
ایک مرتبہ علی کی بڑی بیٹی نیزب نے حسین کے بیٹے سید سجاد کو جگایا۔ جوش کے عالم میں
تھے۔ کہ بیٹے اٹھو، ذرا دیکھو باہر یہ شور کیسا ہے؟ سجاد اٹھے، خیسے کا پردہ اٹھایا۔ ایک
مرتبہ نوک نیزہ پرنگاہ پڑی۔ کہا بابا میرا اسلام۔

حسین شہید ہو گئے۔ کربلا کے میدان میں میرا امام شہید ہو گیا۔
ایک مرتبہ سردار شکر نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اب سوار اپنے گھوڑوں کی
نعل بندی کریں۔ لاشوں کو پامال کیا جائے گا۔

حمدابن مسلم کہتا ہے؛ (یہ فوج یزید کا رپورٹ ہے) وہ کہتا ہے میں دنیا کی ہر
بات کو بھول سکتا ہوں۔ علی کی بیٹی زینب کو نہیں بھول سکتا۔ میں نے دیکھا کہ حسین کے
لاشے پر گھوڑے دوڑ رہے تھے اور بی بی اپنے بالوں کو بکھرائے ہوئے مدینے کی طرف
رخ کر کے کہہ رہی تھی۔ نانا آپ کے جنازے پر فرشتوں نے نماز پڑھی۔ اور یہ آپ کا
بیٹا حسین!

کربلا کے میدان میں شام غریباں آگئی۔

عزیزو! یہ فقط غریبوں کی شام نہیں ہے۔ یہ یہودوں کی شام ہے۔ یہ لاوارث
بچوں کی شام ہے۔ یہ کچلے ہوئے لاشوں کی شام ہے۔ یہ جلے ہوئے خیموں کی شام ہے۔
یہ برہمنہ مرسید انیوں کی شام ہے۔ جلے ہوئے خیموں کے درمیان، بچے لیٹھے ہوئے ہیں۔
یہ بیباں سک رہی ہیں۔ کہیں سے کسی سکی کی آواز۔ کہیں سے رو نے کی آواز،
کہیں سے آہ آہ کی آواز اور ان آوازوں میں میرے بیمار امام کی آواز۔ اللہ تیر اشکر ہے۔

ایسے میں جب بچے سور ہے تھے تو دو بہنیں تھیں ناں، زینب، ام کلثوم

زینب نے کہا۔ بہن ذرا بچوں کو شمار کرو۔ سب تھے اچھا وہ بچے جو نہیں تھے ان
کے کچلے ہوئے لاشے بھی مل گئے۔ ایک بچی نہیں تھی۔ کہا۔ بہن ام کلثوم، سکینہ تمہاری
طرف تو نہیں ہے؟ کہا۔ نہیں بہن۔ میری طرف نہیں ہے۔ دونوں بہنیں سکینہ کو پکارتی
ہوئی چلیں۔ سکینہ پکارتی ہوئی چلیں۔ کہیں میری آواز سنو تو لمیک کہو۔ راوی کہتا

ہے کہ جب یہیاں پنچیں ہیں حسین کے لائے پر تو بچی حسین کے قریب لیٹی ہوئی تھی۔ اختلاف ہے مقتل میں کہ کہاں لیٹی ہوئی تھی۔ لیکن اتنا جانتا ہوں کہ بچی باپ کے سینے پر سونے کی عادی تھی۔ جب گوشوارے نوچے گئے، جب کرتے کا دامن جل چکا، جب طماںچے کھا چکی۔ کربلا کے بن میں شام ہو گئی۔ تو بھوکی پیاسی سکینہ چلی، باپ کے سینے پر سونے کیلئے۔ جب مقتل میں آئی تو سینے پر اتنے تیرتھے۔

شہزادی نیزب نے بچی کو اٹھایا۔ جلے ہوئے خیموں میں لائی۔ بچی کو لٹا دیا۔ اب پانی کہیں سے بھی آیا ہو جب پانی آیا تو شہزادی نے ایک کوزہ آب بھرا۔ سکینہ کا شانہ ہلا�ا کہابی بی سکینہ اٹھو۔ پانی آگیا۔ بچی آنکھیں ملتی ہوئی اٹھی۔ کہا پھوپھی اماں پہلے آپ پی لیں۔ کہا بچی نے پہلے تو پی لے۔ شہزادی نے کہابی رسم دنیا یہ ہے کہ جو سب سے چھوٹا ہو وہ پہلے پانی پیئے۔ بس یہ سننا تھا کہ سکینہ نے کوزہ ہاتھ میں لیا۔ جلے ہوئے خیموں سے باہر چلی۔ بی بی کہاں جا رہی ہو؟ تورو کے کہا۔ پھوپھی اماں۔ میرا اصغر مجھ سے بھی چھوٹا ہے۔

الْأَلْفَنَةُ اللَّهُ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔



الإنسان

(علامہ طالب جوہری)

﴿هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنْسَانَ حِينَ مِنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئاً
مَذْكُورًا إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشاجَ نَبْتَلِيهُ
فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعاً بَصِيرًا إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا
وَإِمَّا كُفُورًا﴾ (صلوٰۃ)

عزیز ان محترم! اس متبرک اور مقدس اجتماع کیلے میں نے سر نامہ کلام میں سورہ دھر کی ابتدائی تین آیتوں کی تلاوت کا شرف حاصل کیا۔ یہ سورہ کہ جس کی تین آیتیں آپ کی خدمت میں پیش کی گئیں، سورہ انسان بھی کہلاتا ہے۔ سورہ حل اتنی بھی کہلاتا ہے۔ سورہ دھر بھی کہلاتا ہے۔ اور یہ تینوں نام سورہ کی پہلی آیت میں ذکر کئے گئے

﴿هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنْسَانَ حِينَ مِنَ الدَّهْرِ﴾

کیا انسان پر کوئی ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ

﴿لَمْ يَكُنْ شَيْئاً مَذْكُورًا﴾

وہ کوئی قابل ذکر شے نہیں تھا۔ قرآن مجید ذہن انسانی میں سوال پیدا کر رہا ہے۔ کیا انسانوں پر کوئی ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ جب یہ انسان قابل ذکر نہیں تھے۔

﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشاجَ﴾

پھر ہم نے ان انسانوں کو خلق کیا آب مخلوط سے مادہ حیات سے۔

﴿نَبَتَلَيْهِ﴾ اُنکی خلقت کا مقصد یہ تھا۔ کہ ہم انسانوں کا امتحان لینا چاہتے تھے۔

﴿جَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾ تو ہم نے انسان کو قوتِ ساعت بھی عطا کی۔

اور قوتِ بصارت بھی عطا کی۔ جب یہ دونوں طاقتیں ہم نے دے دیں۔ تو

﴿إِنَّا هَدَيْنَا نَحْنُ السَّبِيلَ﴾ اپنے راستے کی طرف خود ہم نے ہدایت کی۔

﴿إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾ ہدایت ہمارا فرض ہے۔ قبول کرنا یا رد کرنا تمہاری

مرضی ہے۔ عربی زبان میں زمانے کے لئے بہت سے الفاظ ہیں۔ دہر بھی ہے۔ عصر بھی

ہے۔ وقت بھی ہے۔ زمان بھی ہے۔ اور بہت سے الفاظ ہیں وقت کے لئے۔ اور قرآن

نے اتنی اہمیت دی ہے وقت کو، کہ جب گواہ بنایا ہے۔ نقصان اور نفع کا۔ تو کسی اور کوئی

بنایا۔ زمانے کو بنایا ہے۔ پڑھو قرآن حکیم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

﴿وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

الصِّلَاحِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّابِرِ﴾

قسم ہے گزرے ہوئے زمانے کی۔ زمانہ گواہ ہے کہ کون نفع میں ہے۔ کون

نقصان میں ہے۔ جب تمہاری عمر کی کشتوں فنا کے گھاث پر جانے لگ جائے۔ تو اس وقت

سوچنا۔ کیا کھویا؟ کیا پایا؟ بہت بڑا یہن الاقوامی فلسفیانہ مسئلہ ہے۔ زمانے کا مسئلہ ہے۔

تو نفع اور نقصان پر زمانے کو گواہ بنایا۔ اور اب اللہ نے اپنے وجود پر گفتگو کی۔

کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ ایک زمانہ گز رگیا۔ ایسا زمانہ کہ جب تم قابل ذکر

نہیں تھے۔ تواب خدا ہے یا نہیں، چھوڑو۔ اپنی بات کرو۔ تم ہمیشہ سے ہو یا ہمیشہ سے نہیں

ہو۔ اگر ہمیشہ سے ہو تو پیدا کیسے ہوئے۔ تو اگر ہمیشہ سے نہیں ہو تو خالق کو مانتے کیوں نہیں؟

اب میں سمجھا کہ قرآن مجید نے انسانی فطرت کی گھرائیوں میں ڈوب کر سوال کیا۔ تاکہ دنیا کا بڑے سے بڑا دانشور بھی۔ اور بڑے سے بڑا فلسفی بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے۔ کہ ہم ہمیشہ سے تو نہیں ہیں۔ جب نہیں ہیں تو آئے ہیں۔ جب آئے ہیں تو کوئی لانے والا ہے۔ ایسا لانے والا جو مادہ حیات سے بنارہا ہے۔

﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشاجَ نَبْتَلِيهُ﴾

ہم نے مادہ حیات سے تمہیں خلق کیا۔ ہم یہ چاہتے تھے کہ ان کا امتحان ہیں۔ امتحان کا رزلٹ کہاں ہوگا؟ قیامت میں **﴿جَعَلْنَا سَمِيعًا بَصِيرًا﴾** ہم نے انسان کو سئنے والا بھی بنایا۔ ہم نے انسان کو دیکھنے والا بھی بنایا۔

عزیز ان محترم! اب تدبیر قرآن یہ ہے کہ انسان کو خدا نے پانچ طاقتیں عطا کیں، آنکھ کی طاقت، کان کی طاقت، چکھنے کی طاقت، بولنے کی طاقت، چھونے کی طاقت، آنکھ کا لے کو کالا دیکھنے گی، نیلے کو نیلا دیکھنے گی، ہرے کو ہرا دیکھنے گی، پیلے کو پیلا دیکھنے گی۔ اب یہ ممکن نہیں کہ آنکھ کا لے کو نیلا دیکھ لے اور نیلے کو پیلا دیکھ لے کتنا مجبور بنایا تمہاری آنکھ کو۔ اب تمہارا کان شیریں آواز کو شیریں آواز ہی سنے گا۔ کرخت آواز کو کرخت ہی سنے گا کتنا مجبور بنایا تمہارے کان کو۔ اب تمہاری زبان میٹھے کو میٹھا ہی محسوس کرے گی، کڑوے کو کڑا محسوس کرے گی۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ میٹھے کو کڑا محسوس کرے کتنی مجبور ہے تمہاری زبان۔ اب دو کردار دیئے خالق نے تمہارے اعضاء و جوارح کو۔ ایک میں مجبور رکھا کہ آنکھ کا لے کو کالا دیکھنے۔ نیلے کو نیلا دیکھنے۔ پیلے کو پیلا

دیکھے ہرے کو ہر ادیکھے۔ کان شیریں آواز کو، شیریں آواز ہی سنئے اور کرخت آواز کو کرخت آواز ہی سنئے لیکن اسی کان کو آزاد کر دیا کہ چاہے اچھی بات سنئے یا بدی بات سنئے اور چاہے غبیبت سنئے۔ لیکن زبان کو مجبور کیا کہ میٹھے کو میٹھا محسوس کرے کڑوے کو کڑوا محسوس کرے اور اب اسی زبان کو آزاد بھی کر دیا کہ چاہے سچ ہو لے چاہے جھوٹ ہو لے تو جہاں جبرا ختیار کے ساتھ آجائے اُسی کا نام انسانیت ہے۔

دیکھا انسان میں مکمل اختیار ہو گا۔ فلسفے کی کتابوں میں انسان مجبور ہے۔ لیکن میں کیا کروں۔ خدا کی قسم اس لئے کہ میرے سامنے تاریخ قرآن کے دو جملے ہیں۔ کہ سجدہ آدم سے انکار والا چلا ہے نا۔ سورہ اعراف ساتواں سورہ قرآن:

﴿قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَا قُعْدَنِ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ثُمَّ لَا تَئِنْهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَكِيرِينَ﴾

پروردگار! تو نے مجھے گمراہ کر دیا۔ اب میں جا رہا ہوں۔ تیری دنیا میں تیری صراطِ مستقیم پہ بیٹھ جاؤں گا اور پوری انسانیت کو گمراہ کروں گا۔ سامنے سے بھی حملہ کروں گا۔ پیچھے سے بھی حملہ کروں گا۔ داہنے سے بھی حملہ کروں گا۔ باہمیں سے بھی حملہ کروں گا۔ پروردگار! تو اکثریت کو شکر گز انہیں پائے گا۔ اب میں امت مسلمہ کو پیغام دے رہا ہوں۔ آپ کے واسطے سے کہ شیطان حملہ کرے گا۔ انسان پر سامنے سے بھی۔ پیچھے سے بھی۔ داہنے سے بھی۔ باہمیں سے بھی۔ چار جہتوں سے حملہ کرے گا۔ تمہارا سامنا محفوظ نہیں ہے۔ تمہاری پشت محفوظ نہیں ہے۔ تمہاری دائیں اور بائیں طرف محفوظ نہیں ہے۔ دوستو! عجیب بات ہے۔ چار جہتیں مشرق، مغرب، شمال، جنوب لیکن یاد رکھو! جہتیں

چار نہیں ہیں۔ جہتیں چھ ہیں، سامنے، پیچے، دائیں، باکیں، اوپر، نیچے تو شیطان سامنے سے حملہ کرے گا، پیچے سے حملہ کرے گا، دائیں سے حملہ کرے گا، باکیں سے حملہ کرے گا، اوپر سے حملہ نہیں کرے گا، نیچے سے حملہ نہیں کرے گا۔ کیوں؟ اس لیے کہ یہ دو جہتیں اللہ کی ہیں۔ بندہ اگر ہاتھ اٹھادے۔ تب شیطان کے حملے سے فجع جائے گا۔ یا سجدے میں سر رکھ دے۔

(نصرۃ حیدری)

بھائی اپنے سجدے کی قیمت پہچانو۔ اگر سجدے میں سر رکھ دیا تو شیطان کے حملے سے فجع جاؤ گے۔ سجدہ، قعود، پھر سجدہ، کمال ہے یعنی ہر رکعت میں دو سجدے، سجدہ کیا اٹھ کے بیٹھے۔ پھر سجدہ کیا۔ یعنی سجدہ ہے۔ قعود ہے۔ پھر سجدہ ہے۔ بتانا یہ تھا کہ مٹی سے آئے ہو۔ کچھ دیر دنیا میں رہو گے۔ پھر اسی مٹی میں واپس جاؤ گے۔

سورہ بنی اسرائیل سترہواں سورہ قرآن مجید کا:

﴿لَقَدْ كَرِمَنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْخِيلًا﴾

ہم نے آدم کے بیٹے کو عزت عطا کی۔ ہم نے آدم کے بیٹے کو برتری عطا کی۔ ہم نے آدم کے بیٹوں کو فضیلت عطا کی۔ اس کو بحر و برمیں چلنا سکھایا۔ طیب و طاہر رزق عطا کیا۔ اور اپنی مخلوق پر آدم کے بیٹوں کو کرامت عطا کر دی۔ فضیلت عطا کر دی۔ درجات تم نہ معین کرنا۔ درجات میں معین کرتا ہوں۔ تم کون ہو اپنی حیثیت کو معین کرنے والے۔ تم کون ہو اپنی فضیلت کو بڑھانے والے۔ وہ جہاں رکھے وہیں رہو۔ اپنی حیثیت کو پہچانو۔ دوستو! نکلے دونوں، آدم بھی جنت سے، اپنیں بھی نکلے جنت سے۔ لیکن حیثیتیں بدل گئیں۔ ایک کو رجیم بنائے کے نکالا۔ ایک کو خلیفہ بنائے کے نکالا۔

درجات معین کرنے والی اللہ کی ذات ہے۔ سورہ مومن نے آواز دی: چالیسوائیں سورہ ہے قرآن کا۔ اور اسے سورہ غافر کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ دونام ہیں اس سورہ کے۔ سورہ غافر، سورہ مومن۔ پندرھویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ الْقَى الرُّؤُخَ مِنْ أَمْرِهِ﴾

﴿عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنذِرَ يَوْمَ التَّلاقِ﴾

درجوں کو بلند کرنے والا فقط وہ ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ عرش کا مالک بھی وہی ہے۔ اپنے دونام لیے، پروردگارِ عالم نے اس آیت میں کہ میں رفع الدرجات ہوں۔ میں عرش کا مالک ہوں۔ عرش کائنات کی سب سے بڑی اونچائی کا نام ہے۔ کیا نام ہے؟ عرش، اور اس کا نام ہے تخت اب تخت کے کیا معنی ہوئے۔ یعنی بیٹھنے کی وہ جگہ جو سرکاری ہو۔ اس کا نام ہے عرش۔ اور وہ جگہ جو ذاتی ہو پر ایسیویٹ جگہ ہو، شخصی کاموں کے لیے، اس کا نام ہے فرش، اور کمال یہ ہے کہ پروردگارِ عالم نے زمین و آسمان میں دو جگہیں منتخب کیں۔ آسمانوں میں عرش ذاتی جگہ۔ زمین تخت ذاتی جگہ۔ آسمانوں میں اس نے اپنے لیے سرکاری مقام معین کیا۔ اس کا نام ہے عرش، اور زمین میں اس نے اپنے لیے ذاتی جگہ معین کی اس کا نام ہے۔ بیت اللہ۔ اللہ کا گھر۔ ذاتی جگہ۔

میرے دوستو! جہاں جہاں بھی بیٹھے ہو۔ کوئی انسان ایسا نہیں ہے کہ جس کی دو جگہیں نہ ہوں۔ ایک سرکاری ایک ذاتی۔ ذاتی جگہ، سوئے گا اپنے گھر میں، جا گے گا اپنے گھر میں، کھانا کھائے گا اپنے گھر میں، اس کے بچے پیدا ہونگے، اس کے گھر میں، کام کرے گا کرسی پر، ذاتی باتیں ہوں گی گھر کے اندر۔ اللہ جو کبھی نہ بیٹھے وہ آسمانوں میں اپنے لئے عرش معین کرے سرکاری جگہ۔ جو کبھی نہ سوئے وہ زمین میں اپنے لیے گھر

معین کرے ذاتی جگہ۔ کہا تم کو کیا مطلب یہ دونوں میری جگہیں ہیں۔ ایک سرکاری جو عرش ہے۔ ایک ذاتی جو گھر ہے۔ جب سرکاری کام ہوگا تو کسی کو عرش پر بلااؤں گا۔ جب ذاتی کام ہوگا تو کسی کو گھر میں بلااؤں گا۔

درجے وہ بلند کرتا ہے۔ اب اس نے جمادات بنائے، نباتات بنائے، حیوانات بنائے، انسان بنایا۔ ان تینوں پر انسان کو فضیلت دی۔ بھائی عجیب کمال کی بات ہے کہ جانور کا بچہ پیدا ہوتے ہی اپنے پروں پر کھڑا ہو جائے، پرندے کا بچہ انڈے سے نکلتے ہی اپنے دانے کی تلاش میں گیا، مچھلی کا بچہ پیدا ہوتے ہی تیرنے لگا۔ کتنے مضبوط ہیں یہ بچے! اور جو اشرف الخلوقات ہے اس کا بچہ کتنا کمزور ہے، روئے تو غذا ملے اتنا کمزور، اگر چھوٹی سی چیونٹی بچے کو کاث لے تو وہ چیونٹی کو ہٹانہیں سکتا۔ تو پروردگارِ عالم جانوروں کے بچے اتنے مضبوط اور جسے تو نے اشرف الخلوقات بنایا اس کے بچے اتنے کمزور۔ تو آواز قدرت آئی: مصلحت تھی کمزور بنانے کی، مصلحت یہ تھی کہ بچہ کمزور ہے اس کی محبت میں متا رُک جائے اور ممتا کو دیکھ کر باپ رُک جائے۔ اور یوں گھربنے، گھر سے مخلد بنے تھیں کمزور اس لیے بنایا کہ معاشرہ مضبوط ہو۔ اور اتنا مضبوط ہے کہ کائنات کی ہر شے اس کے لیے، جاؤ سورہ نحل پڑھ کے دیکھ لینا۔ سورہ نحل میں ارشاد ہوا کہ

﴿هُوَ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ اللَّيلَ وَ النَّهَارَ وَ الشَّمْسَ

وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ﴾

الدوہ ہے جس نے سورج کو مسخر کیا تمہارے لیے، چاند کو مسخر کیا تمہارے لیے، دن کو مسخر کیا تمہارے لیے، سورج کو مسخر کیا تمہارے لیے۔

﴿وَمَا رَأَى لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا الْوَانَةَ﴾

یہ جتنے بیل بوئے اگائے ہیں تمہارے لیے۔

﴿الَّهُ تَرَى أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾
 کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان و زمین کی ساری چیزوں کو تمہارے لیے
 مسخر کر دیا۔ کیا کمال کی بات ہے۔ کتنے کمزور تھے اور کتنے عظیم بن گئے۔ یعنی معلوم ہوا کہ
 مقصدِ تخلیق کائنات تم ہو، اور تم نے بھی کمال کر دیا۔ تم نے اپنے جہازوں سے سندروں
 کے پانی کے سینے چاک کر دئے۔ تم نے زمان و مکاں کی تباہیں کھینچ دیں۔ تم نے اپنی
 چاند گاڑی چاند پر اٹار دی۔ تمہارے پاؤں چاند کی سطح پر اپنے نقشِ قدم چھوڑ کے
 آگئے۔ کیا کچھ تم نے نہیں کیا؟ تم مہینوں کے فالصوں کو منشوں میں طے کرتے ہو۔ لمحوں
 میں طے کرتے ہو۔ بہت بڑا تیر مارا ہے تم نے۔ ہوائی جہاز بنالیے۔ سفینے بنالیے۔ تمہارا
 خلاٰئی جہاز مرتع کی طرف جا رہا ہے۔ یہ سب تسلیم۔ ذرا ایک کمھی تو بنا کے دکھاؤ۔

(نعرہ حیدری)

چھوڑو تم کیا کمھی کو بناؤ گے۔ کمھی جو تمہارے دستِ خوانِ نعمت سے ایک نعمت کا
 ذرہ لے کے جائے اسے واپس لے کے دکھاؤ۔ چیلنج ہے قرآن مجید کا۔ تم بہت خوش
 ہو جاتے ہو۔ اگر صاحبِ منصب بن جاؤ۔ ارے اللہ اس وقت خوش ہو گا جب تم انسان
 بن کے دکھاؤ گے۔

تو ساری کائنات کو بنایا تمہارے لیے اور تمہیں بنایا اپنے لیے۔ بنانے کا مقصد
 کیا ہے۔ ﴿إِنَّا هَدَيْنَا السَّبِيلَ﴾۔ حدایت میری ذمہ داری ہے۔ قبول کرنا تمہاری
 ذمہ داری ہے۔ دیکھو اشرفِ الخلوقات ہونا۔ تو اللہ نے حدایت درختوں کی نہیں کی۔
 پتھروں کی نہیں کی۔ جانوروں کی نہیں کی۔ ہدایت فقط عقل کی کی ہے۔ اب حدایت کے

معنی سمجھئے۔ عقل کے دوڑتے گھوڑے کو لگام دینے کا نام حدايت ہے۔ آدم آئے عقولوں کی حدايت کیلئے۔ نوع آئے عقولوں کی حدايت کیلئے۔ ابراہیم آئے عقولوں کی حدايت کیلئے۔ موسیٰ آئے عقولوں کی حدايت کیلئے۔ عیسیٰ آئے عقولوں کی حدايت کیلئے۔ آدم اگر عقل کی حدايت کریں گے تو اپنے زمانے کے سب سے بڑے عاقل ہوں گے یا نہیں۔ نوع اپنے زمانے کے عاقل ہوں گے یا نہیں۔ ابراہیم اپنے زمانے کے عاقل ہوں گے یا نہیں۔ موسیٰ اپنے زمانے کے عاقل ہوں گے یا نہیں۔ تو ہادی وہ ہو جو اپنے زمانے کی ساری عقولوں سے بلند ہو۔ اور میرا محمدؐ آدم کا بھی ہادی ہے۔ نوع کا بھی ہادی ہے۔ تو یوں کیوں نہ کہہ دوں کہ میرا محمدؐ وہ ہے جو ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا ہادی ہے۔

سورہ آل عمران قرآن مجید کی تیسرا سورہ اور آیت کا نشان ۸۰ ہے۔

﴿وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لِمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ﴾

ہم نے سارے نبیوں سے عہد لیا کہ ہم تجھے کتاب و حکمت دے کر بھیجن گے۔ اور آخر میں ایک رسول آئے گا۔ اے نبیو! تم پروا جب ہے کہ تم اس پر ایمان بھی لاوے گے۔ اور اس کی مدد بھی کرو گے۔ تو سارے نبیؐ میرے نبیؐ کے مومن ہیں۔ اور میرا نبیؐ ان سب کا ہادی ہے۔ تو جو پوری کائنات کا ہادی ہو تو وہ کتنا بڑا ہادی ہو گا۔ وہ محمدؐ جو آدم کا بھی ہادی۔ نوع کا بھی ہادی۔ ابراہیم کا بھی ہادی۔ موسیٰ کا بھی ہادی۔ عیسیٰ کا بھی ہادی۔ کتنا بڑا عقل مند ہو گا تو جو اتنا بڑا عقل مند ہو اس کے دماغ میں نہ غفلت جاسکتی ہے نہ نیان آسکتا ہے۔

(نعرہ حیدری)

اس لیے تو پروردگارِ عالم نے ہادی کو ہدایت کہا۔ سورہ بقرہ میں ارشاد ہوا کہ

﴿أَن يَاتِيَنَّكُم مِنْيَ هُدًى فَمَنْ تَبَعَ هُدَىٰ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَخْرَنُونَ﴾

میری طرف سے تمہاری طرف ہدایتیں آتی رہیں گی۔ یہ نہیں کہا کہ ہادی آئے گا۔ نہیں ہدایت آئے گی۔ جو بھی آئے گا وہ مجسم ہدایت ہو گا۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس کی آدھی زندگی ہدایت ہو اور آدھی زندگی ہدایت نہ ہو۔ نہیں بلکہ ہر عمل ہدایت اگر جاگے تب بھی ہدایت، اگر جگائے تب بھی ہدایت، اگر سوئے تب بھی ہدایت، اگر سلاطے تب بھی ہدایت۔
(نثرہ حیدری)

وہ عین ہدایت ہے اس کی ہدایت کا وقت مقرر نہیں۔ کہ مسجد میں ہو تو ہدایت کرے گا، میدان میں ہو تو ہدایت نہیں کرے گا۔ ایسا نہیں ہے۔ ہادی کسی مرحلے پر فکر انداختہ نہیں ہوتا۔ جو جنگ بھی ہوئی میرا بھی اس جنگ میں موجود تھا۔ اور ادھر سے طبل جنگ بجا جنگ کا آغاز ہوا۔ پیغمبر اکرم ﷺ کا ناقہ بڑھنے والا تھا۔ اتنے میں ایک عرب نے آگے بڑھ کے ناقہ کو تھام لیا۔ اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ أَخْبَرْنِي عَنِ الَّذِينَ كُلَّا مِنْ أَنْوَافِهِمْ. اللہ کا رسول پورا دین بتلا میں۔ اب تم بتاؤ جنگ ہونے والی ہے۔ ناقہ بڑھنے والا ہے اور پوچھ رہا ہے کہ پورا دین پڑاؤ۔ اب پورا دین سمجھ میں آیا اس کی وسعت سمجھ میں آئی۔ دین میں عقائد بھی ہیں۔ دین میں اعمال بھی ہیں۔ دین میں نجی زندگی ہے۔ دین میں دین میں بین الاقوامی مسائل بھی ہیں۔ دین میں دستور بھی ہے۔ دین میں عدل بھی ہے۔ دین میں احسان بھی ہے۔ دین میں اخوت بھی ہے۔ دین میں حق بھی ہے، دین میں قیامت بھی ہے۔ دین میں توحید بھی ہے اور یہ جو کہہ رہا ہے کہ پورا دین بتلا میں تو یہ کیا

پوچھنا چاہتا ہے؟ اور میرا محدود نہیں ہے جسے حالات زیر کریں ایک مرتبہ جیسے ہی اس نے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ اخْبَرَنِي عَنْ دِيْنِ كُلِّهِ، اللہ کے رسول مجھے پورا دین بتالا یے۔ اب فرمایا پورا دین پوچھنا چاہتا ہے۔ **أَطْفَعَ اللَّهُ وَشَفِيقُ الْمُخْلُوقِ هُوَ دِيْنُ كُلِّهِ**۔ پورا دین یہ ہے کہ اس کی اطاعت کر۔ اور مخلوق سے شفقت کر۔ (نصرہ حیدری)

ہادی حالات کی زد میں نہیں آتا۔ وہ میرا نبی اور یہ میرا علی۔ علی آئے میدانِ جنگ میں۔ تکوار نکالی۔ اوہر سے کافرنے تکوار نکالی۔ جیسے ہی کافرنے تکوار نکالی تکوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ اب کافر تھا ہو گیا۔ علی خاموش کھڑے ہیں۔ اس نہتے کو کیا ماریں۔ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ علی کی تکوار نہ نہتے کافر پنه نہتے بزدل پاٹھتی ہے۔ اب کافر گھبرا گیا کہ علی آئیں گے اور تکوار سے میری گردن کاٹ دیں گے۔ جب کچھ لمحے گزر گئے اور اس کے سر پر تکوار نہیں آئی تو اس نے سراٹھا یا۔ دیکھا کہ علی تو اپنی جگہ کھڑے ہیں۔ اب کچھ ہمت ہوئی۔ کہا علی تم تو بہت بڑے کریم ہو۔ تم تو خاندانی کریم ہو۔ اس لیے کہ علی کو بھی پیچا نتا تھا۔ علی کے باپ کو بھی پیچا نتا تھا۔ کہا علی اپنی تکوار مجھے دے دو۔ علی نے تکوار پھینک دی۔ انھالو۔ اور اب علی نہتے۔ کافر کے پاس اب تکوار ہے ایک دفعہ اس نے تکوار لہرائی، کہا علی اب تمہیں کون بچائے گا۔ مسکراتے ہوئے کہا کیا تو سمجھتا ہے کہ تکوار بچاتی ہے۔ کافر، پھر کون بچاتا ہے؟ کہا وہ بچانے والا ہے۔ ہر حال میں بچا سکتا ہے۔ کہا علی اتنا اعتماد اس پر! کہا ہاں ہے علی کو اعتماد! اس نے یہ کہہ کر تکوار پھینکی۔ اور قدموں پر گر کر کہا۔ علی میں تیرا بھی کلمہ پڑھتا ہوں۔ اور تیرے خالق کا بھی۔ (نصرہ حیدری)

میرا ہادی وہ ہے جو نہتے ہاتھ بھی کفر کو ختم کر دے۔ اب مجھے نہیں معلوم کہ اردو

کے اس صاحبِ قلب شاعر کی نگاہ میں کون تھا۔ لیکن شعر مجھے یاد ہے۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ

مومن ہے تو بے تنق بھی لڑتا ہے سپاہی

یہ ہے سلسلہ حدایت کہ میری طرف سے تمہاری طرف حدایت آتی رہے

گی۔ جو بھی اتباع کرے گا ہماری حدایت کا اس پر نہ خوف ہو گا۔ نہ حزن ہو گا۔ اسی لیے تو

سورہ اعراف نے آواز دی:

﴿الَّذِينَ يَتَبَعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأَمِينَ الَّذِي

يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التُّورَاةِ وَالْإِنْجِيلِ﴾

سا تو ان سورہ ہے قرآن کا۔ آیت کائنات ستاون ہے۔ مجھے اجازت دوتا کہ

آیت مکمل کر دوں

﴿يَا أَمْرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَبَيْنَهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَحِلُّ لَهُمْ

وَالطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضْعُ عَنْهُمْ أَمْرُهُمْ

وَالْأَغْلَلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوْهُ وَ

نَصَرُوْهُ وَتَبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزَلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ

الْمُفْلِحُونَ﴾

کیا کمال کی آیت ہے۔ پوری پالیسی ہے پور دگارِ عالم کی۔ پہلے حصے کا

ترجمہ بعد میں کروں گا۔ آری حصے کا ترجمہ پہلے کروں گا۔ ﴿فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ﴾

سنو ہدایت پانے والے کون ہیں وہ ہیں جو ایمان لانے مجبور پر ﴿وَعَزَّرُوْهُ﴾ اور وہ ہیں

جو ایمان لانے کے بعد اس کی عزت کرتے رہے۔ انھیں ہٹا دو جو ایمان لانے کے بعد

عزت نہ کریں۔ تنہا ایمان لانا اور عزت کرنا بھی کافی نہیں وَنَصَرُوْهُ اور اُس کی مدد بھی کرو اور آخري شرط بھی سنو:

﴿وَاتَّبِعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

اور اُس وقت تک نجات نہیں دوں گا جب تک اُس نور کی بھی پیروی نہ کرو جو

(نصرۃ حیدری) محمدؐ کے ساتھ اس دُنیا میں آیا۔

اب دوسرے حصے کا ترجمہ سنو۔ یہ میرا نبی وہ ہے جس کا تذکرہ قیامت تک لوگ تورات و انجیل میں پاتے رہیں گے۔ دیکھا صیغہ مضارع استعمال کیا، پاتے ہیں اور پاتے رہیں گے۔ تورات موسیٰ پر اترنے والی کتاب، انجیل عیسیٰ پر اترنے والی کتاب، یہ قرآن کا پیشہ ہے کہ میرے محمدؐ کا تذکرہ ان دونوں کتابوں میں ملے گا۔ تورات میں بھی انجیل میں بھی۔ اگر اس آیت کو توڑنے کیلئے وہ امتیں زور لگادیں تو یہ آیت کتنے خطرے میں آجائے گی۔ کہا نہیں مٹا سکتے۔ کیوں؟ اس لیے کہ

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الدِّيْكَرَ وَ إِنَّا لَهُ لَحَفِظُوْنَ﴾

ذکر بھی ہم نے بھیجا ہے۔ حفاظت بھی ہم کریں گے۔ (کوئی اور نہیں)

(نصرۃ حیدری)

کیسے مٹاؤ گے میرے نبی کے تذکرے کو، تورات اور انجیل سے؟ اور کیسے مٹاؤ گے میرے نبی کے ساتھیوں کے تذکرے کو، تورات و انجیل سے؟ یہ سورہ اعراف تھی۔ اور اب سورہ فتح میں ارشاد ہوا:

﴿مُحَمَّدُ رَسُوْلُ اللَّهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ أَشِدَّآءَ عَلَى الْكُفَّارِ رُحْمَاءٌ

بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رَكَعًا سَجَدًا يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَ

رَضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثْرِ السُّجُودِ ذَالِكَ مَثَلُهُمْ
فِي التَّوْرَلَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْأَنْجِيلِ كَزَارِعَ أَخْرَاجَ شَطْئَهُ
فَأَرَرَهُ . فَاسْتَغْلَظُ فَاسْتَوْى عَلَى سُوقِهِ أَعْجَبَ الرَّرَاعَ
لِيَغِيَظَ بِهِمُ الْكُفَّارُ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّلَاخَتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا)

یاد رہے میرے نبی کا تذکرہ قیامت تک تورات و انجیل میں رہے گا۔ کیا
کمال کی آیت ہے۔ محمد اللہ کے رسول ہیں اور جوان کے ساتھی ہیں۔ وہ کافروں پر
بڑے سخت ہیں۔ اور آپس میں مہربان ہیں۔ تم نے کبھی رکوع میں دیکھے؟ کبھی سجدے
میں دیکھے۔ کیا خاص رکوع ہے! کیا خاص سجدہ ہے۔ نامعلوم یہ کس رکوع کی طرف اشارہ
ہے۔ یہ جو رکوع کے ساتھ کرتے رہے نماز میں۔ یہ جو رسول اللہ کے ساتھی ہیں جو تلاش
میں رہتے ہیں کہ اللہ کی مرضی مل جائے۔ اب قرآن کہتا ہے: پہچان کرو کہ یہ ہیں کون؟
کثرت سجدہ سے ان کے چہرے پر نور رہتا ہے۔ یعنی سارے چہروں سے یہ چہرے
الگ ہیں۔ ایسے چہرے جب مقابلے میں عیسائی آئے تو چہروں کو دیکھ کے ہٹ گئے۔

(نعرہ حیدری)

کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اگر یہ پہاڑوں کے مٹنے کی دعا مانگیں تو پہاڑ اپنی جگہ
چھوڑ دیں۔ ہم نے ان کے ساتھیوں کا تذکرہ تورات و انجیل میں لکھا ہے۔ اگر لکھا ہوا نہ
ہوتا تو آنے والے عیسائی پہچانتے کیسے کہ یہ کون ہیں؟ (نعرہ حیدری)

ہمارے نبی کا تذکرہ قیامت تک رہے گا اور جوان کے ساتھ ہیں ہم نے ان
کی مثالیں تورات و انجیل میں لکھی ہیں۔ اسی لیے سورہ توبہ میں ارشاد ہوا ہے کہ

وَإِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَنَّوَالَّهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ
يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي
الْتَّوْرَلَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ
فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمْ وَالَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ۔)

اللہ نے کچھ لوگوں کی جان و مال کے بد لے میں جنت دے دی یہ وہ مومن ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں یا قتل کر دیتے ہیں یا قتل ہو جاتے ہیں۔ یہ ہمارا پکاؤ دہ ہے جو ہم نے تورات میں بھی لکھا اور انجلیل میں بھی لکھا اور قرآن میں بھی لکھا اور خدا سے بڑھ کر وعدہ کو پورا کرنے والا کوئی نہیں ہے اور جو سودا انہوں نے خدا سے کیا ہے۔ خوشیاں مناؤ یہی تو کامیابی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ کیا تم بھول گئے صحیفہ یرمیا کو، آج سے اڑھائی ہزار سال پر انا صحیفہ۔ اب پروردگارِ عالم کا عجیب و غریب جملہ ہے۔ اور مرے اس جملہ کو۔ پنے ذہن میں سنپھال کر رکھنا۔ چالیسوال باب صحیفہ یرمیا کو اس کی دسویں آیت پروردگارِ عالم نے شمالی علاقہ میں فرات کے کنارے اپنے لیے ایک ذبحہ معین کیا۔ دریائے فرات کا کنارہ تمہارے ذہن میں آ گیا نا۔ آج سے اڑھائی ہزار سال پہلے جو صحیفہ اتنا اس صحیفہ میں بھی ان کا نام موجود ہے۔ جانتے تھے حسین۔ یہ جو آج کہا جاتا ہے نا کہ سلطنت کیلئے خروج کیا یہ فضول بات ہے۔ حسین کو معلوم تھا کہ ہونا کیا ہے؟ یاد ہے وہ جملہ جو 28 رب کی شب حسین ابن علی نے قبر رسول پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا:

اللَّهُمَّ قَدْ حَضَرَنِي مِنَ الْأَمْرِ اللَّهُمَّ هَذَا قَبْرُ نَبِيِّكَ

وَأَنَا أَبْنُ بَنِيَّكَ۔

کیا کہا قبر رسول پر۔ پروردگار وہ وقت آ گیا جو تیرے علم میں ہے پروردگاری

تیرے نبی کی قبر ہے اور میں تیرے نبی کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔

عَيْنُ لَىٰ فِيهِ لَكَ رِضَاً وَلِرَسُولِكَ رِضاً

پروردگار اس پورے اقدام میں میرے لیے وہ متعین کر جس میں تیری بھی

مرضی ہوا اور تیرے رسول کی مرضی بھی ہو۔

أَرِيدُ أَنْ أَمْرَ بِالْمَغْرُوفِ وَأَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ

میرے مالک میں اس لیے مدینے سے نکل رہا ہوں کہ امر بالمعروف کرنا چاہتا ہوں۔ اور نبی عن الممنکر کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ہے پورے واقعہ کربلا کا منثور۔ حسین نکلے امر بالمعروف کے لیے۔ حسین نے خروج کیا نبی عن الممنکر کے لیے۔ 28 رب
60 ہجری کو مدینے سے نکلے تین شعبان کو یا چار شعبان کو مکہ معظمہ میں وارد ہوئے شعبان، رمضان، شوال، ذیقعد یہ عرصہ حسین نے مکہ میں گزارہ کوئی تاریخ بتا دے، دُنیا کا کوئی دشمن تین موسم خ بتا دے کہ حسین نے اس عرصہ میں لشکر جمع کیا ہو یا ہتھیار جمع کیے ہوں وہ گرد نیں کٹوانے جا رہا ہے۔ اُس لشکروں سے کیا لینا ہے اُسے ہتھیاروں سے کیا لینا ہے۔ نو زد و الحج کو زوال کے فوراً بعد جب مجمع اپنے پورے عروج پر تھا تو حسین نے خطبہ دیا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ حاجیوں کے لباس میں کچھ لوگ آگئے ہیں جنہیں میرے قتل پر معین کیا گیا ہے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ میرے قتل سے خاتمة خدا کی بے حرمتی ہو حسین نے قاتل کو پہچانوادیا۔ اور یہ کہہ کر جن کو عمرے سے تبدیل کیا۔

چلتے ہوئے دوسری محرم کو حسین کے ذوالجناح نے چلنے سے انکار دیا۔ حسین نے سواریاں بد لیں۔ گھوڑے بد لے حسین نے ایک سواری سے دوسری سواری پر۔ دوسری سواری سے تیسری سواری پر جب کوئی سواری نہ چلی۔ تو حسین کہنے لگے بھیا

عباس یہ جو سامنے بستی ہے نا۔ ذرا بستی والوں کو تو بلا کر لا و۔ بستی والے آئے۔ حسین کو پچانا اور سلام کیا۔ ایک بوڑھا آگے بڑھا اور کہنے لگا فرزندِ رسول ہم کبھی آپ کو مشورہ نہ دینگے کہ آپ اس زمین پر قیام کریں۔ جتنی جلدی ہواں سرزین سے چلے جائیں اس لیے کہ ہم بزرگوں سے سُنْتَ آئے ہیں کہ یہ زمین کسی نبی کو یادوں سی نبی کو راست نہیں آئی۔ حسین فرماتے ہیں ذرا اس بستی کا نام تو بتاؤ۔

کسی نے کہا: **يُقَالُ لَهَا غَادِرِيَّةٌ**

فرزندِ رسول اسکا نام غادریہ ہے۔

کہا کوئی اور نام ہے؟

کسی نے کہا: **يُقَالُ لَهَا نَيْنَوَا**

فرزندِ رسول! اسکا ایک نام نیونا بھی ہے۔

آپ نے کہا کوئی اور نام بھی ہے؟

کسی نے کہا: **يُقَالُ لَهَا غَارِيَّةٌ**

لوگ نام بتاتے جا رہے تھے حسین پوچھتے جا رہے تھے۔ کہا کوئی اور نام؟

ایک بوڑھا بولا: **يُقَالُ لَهَا كَرْبَلَا**

مولا! اس کا نام کر بلا بھی ہے۔ پس اب سنتا تھا کہ ایک مرتبہ حسین اہن علی

نے آواز دی: **وَاللَّهِ هَذِهِ أَرْضٌ بَكْرَبْ وَبَلَا**

خدا کی قسم یہ کرب و بلا کا نام ہے۔

هَهُنَا مُنَاخٌ رَحِيلًا یہاں ہماری سواریاں ٹھہریں گئیں۔

هَهُنَا يُذْبَحُ حَرِيْمُنا یہاں اہل حرم ذبح کر دیئے جائیں گے۔

بھیا عباس! اس زمین پر خیسے لگا دو۔ 2 محرم کو خیسے لگے تیری محرم کو فوج میں آنے لگیں۔ چوتھی محرم کو پسر سعد کا شکر آیا۔ بہت بڑی فوج اور گھوڑوں کی ناپوں کی وہ دہشت تھی کہ چھوٹے چھوٹے بچے سیدانیوں کی گودیوں میں چھپے رہے۔ چھٹی محرم کو نہر کے کنارے سے خیسے اٹھوائے گئے۔ ساتویں محرم کو آلی رسول پر پانی بند کر دیا گیا ویکھو یہ تاریخ کر بلا کی۔ یہ اس آٹھ دن کی بستی کی پوری تاریخ ہے۔ نویں محرم کو تاریخ نگاروں نے لکھا:

وَأَمَّا طَفَّهَا وَقَدَحَ وَحُصْرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

نویں محرم کو حسین کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا اور یہ طے ہوا کہ نویں محرم کو جنگ ہو جائے۔ حسین نے بھیا عباس کو بھیجا ایک رات کی مہلت لی۔ نہیں مہلت دی کہ کوئی خر ہے تو فوج سے آجائے۔ پوری رات تسبیح و تقدیس اللہ میں بسر ہوئی۔ حسین اور اصحاب حسین کے خیموں سے ایسے تسبیح کی آواز آ رہی تھی جیسے شہد کی کلمیاں بجنہنا رہی ہوں۔ اصحاب حسین، نافع ابن ہلال کی سربراہی میں پوری رات زینت کے خیسے کا پھرہ دیتے رہے۔ اب میں ہاتھ جوڑ کر کہوں حسین کے ساتھیوں خیال رکھنا کہیں شام غریباں کو یہ خیسہ جل نہ جائے۔

عز ادارو! میرا مولا اکیلا ہوا۔ میدان میں آیا اور میدان میں آنے کے بعد اس نے آواز دی۔ اب بھوکے کی جنگ دیکھو! اب پیاسے کی جنگ دیکھو اور یہ کہہ کر حملہ کیا تم نے میرے اکبر کو نہیں چھوڑا، ارے تم نے میرے عباس کو شہید کر دیا تم نے چھ مہینے کے پچھے کو بھی نہیں چھوڑا۔ حسین لڑے اپنی قدرت دکھانی کہ یہ تمہارا حملہ کسی مجبور انسان پر حملہ نہیں، آخر جنگ کا وقت آیا۔ فوجیں دور دور تک بھاگ گئیں۔ اور حسین انکو بکار ہے

ہیں کہ آ وَ اگر مقابلے کی ہمت ہے تو سامنے آ وَ ایک دفعہ فضایم آ وَ از گوئی:

﴿يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَةُ ارْجِعِنِي إِلَى رَبِّكَ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً﴾

حسین وَالپس آ جایہ سنتا تھا کہ تلوار نیام میں رکھی سر کو جھکا کر بیٹھ گئے۔

رَضَا بِقَضَائِهِ وَتَسْلِيمًا لِأَمْرِهِ وَإِنَّا إِلَلَهُ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

اب پھر آئے تلواریں آئیں، تیر آئے، نیزے آئے۔ میرا مولا زخمی ہوتا

چلا گیا۔ ایک منزل ایسی آئی کہ حسین ذوالجناح سے زمین پر آئے۔ جیسے ہی حسین

ذوالجناح سے زمین پر آئے ہیں ناں۔ لشکر میں خوشی کے نقارے بختے لگے۔ وہ شہزادی

عاشرہ کے دن تین ہی مرتبہ تو نکلی ہے۔ یا اکبر کے لاشے پر آئی، یا جب آئی

جب نقارے نج رہے تھے۔ دیکھا کہ حسین سجدے میں ہیں، پس سعد دیکھ رہا ہے۔ ایک

مرتبہ آواز دی:

يَا ابْنَ سَعْدٍ ! أَنْ يُقْتَلَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَ أَنْكَ تَنْظُرُ إِلَيْهِ.

آئے پس سعد رسول کا نواسہ قتل کیا جائے اور تو دیکھ رہا ہے جیسے حسین کے

کانوں میں آواز گوئی۔ حسین نے آنکھیں کھولیں، بہن کی طرف اشارہ کیا بہن ابھی

میں زندہ ہوں یہ دوسری مرتبہ شہزادی نکلی بہن ابھی حسین زندہ ہے۔ خیمے میں والپس جاؤ

اوہر بی بی حکم امام سے خیمے کی طرف چلی، اوہ در فرات کا پانی نہر سے اچھلا فضا میں

آواز آئی:

آلَّا قَدْ قُتِلَ الْحُسَيْنُ بِأَرْضِ كَرْبَلَا.

اب بی بی تیسری بار باہر نکلی، بیمار بھتیجے کا شانہ ہلایا۔ کہا، بیٹے سید جہاد باہر چکھ

شور ہو رہا ہے ذرا اٹھ کے تو دیکھو۔ بیمار امام نے جو نبی خیمے کا پردہ اٹھایا نوک نیزہ پر

نگاہ پڑی۔ یکارامام نے سلام کیا، پھر واپس چلا گیا۔ اب لشکرِ یزید میں ایک طرف نیزے والے نیزوں کو اٹھا اٹھا کر خوشی کا اعلان کر رہے ہیں ایک مرتبہ علیٰ کی بڑی بیٹی خیمے کا پرداہ آٹھا کر باہر نکلی، نیزوں اور تلواروں کو ہٹایا۔ یہ کہہ کر علیٰ کی بیٹی آرہی ہے راستہ دو۔ لوگ بیٹتے گئے۔ شہزادی مقتول میں پہنچی ایک مرتبہ زانوؤں کے بل بیٹھ گئی، دونوں ہاتھوں پر حسین کا لاشہ اٹھایا۔

اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا هَذَا الْقُرْبَانَ

میرے مالک! اس قربانی کو قبول فرماء، آل محمدؐ کی قربانی قبول ہوئی۔ کربلا کے میدان میں شام آگئی، جلے ہوئے خیموں میں ترپتی ہوئی یہیا۔ میرے دوستو، میرے عزیزو، میرے بزرگو! فقط تمھیں دلفظوں کی زحمت دوں گا۔ کچھ ہوئے سروں کی شام ہے۔ چھینی ہوئی چادروں کی شام ہے۔ شام غریباں۔۔۔۔۔ اس چھ مہینے کے بچے کی شام ہے جو جلتی ریت پر دفنادیا گیا۔ شام غریباں۔۔۔۔۔ اس بچی کی شام ہے جس کے گوشوارے نوج لیے گئے۔ پس میرے دوستو! غریبوں کی شام آگئی۔۔۔۔۔ شہزادی زینب نے شہزادی ام کلثوم نے بچے گئنے شروع کئے۔ شہزادی ام کلثوم نے بچوں کو جلے ہوئے خیموں کے درمیان لا کر بٹھایا۔ جملہ سنو گے، یہیا جب بچے تلاش کر رہی تھیں تو ساحل کے کنارے دو بچے سوئے ہوئے تھے۔ ایک بہن نے دوسری بہن سے کہا کہ انہیں یہیں سونے دو تھکے ہوئے ہوں گے۔ پانی پی کر سو گئے ہیں لیکن جب دوسری بہن قریب گئی تو سینوں پر گھوڑوں کی ٹاپوں کے نشان نظر آئے۔ سکھے ہوئے لاشوں کی شام۔۔۔۔۔ سارے بچے موجود ہیں اُن بچوں کی لاشیں مل چکی ہیں لیکن سکینہ موجود نہیں کون سکینہ۔ وہی سکینہ جو اپنے باپ کے سینے پر سونے کی عادی تھی جس کے لیے حسین کہا کرتے تھے کہ وہ گھر

بیکار ہے جس گھر میں میری بیٹی سکینہ موجود نہ ہو۔

پس آخری جملے ہیں شہزادی نسبت نے آواز دی۔ بہن اُم کاشم تم یہاں تلاش کرو میں مقتل کی طرف جا رہی ہوں۔ اور یہ کہتی ہوئی چلیں سکینہ! سکینہ! اگر میری آواز کو ستو تو بلیک کہنا شہزادی نسبت پکارتی جا رہی ہیں کہا یک کٹھے ہوئے گلے سے آواز آئی بہن ذرا آہستہ بولو سکینہ میرے پاس سورہی ہے۔

قریب گئیں پچی کو گود میں اٹھایا خیمه میں لا کیں اب پانی کہیں سے بھی آیا ہو کوزے میں بھر کر سکینہ کو دیا کہا بیٹی پانی پی لے۔

خاندان آل محمد کی تہذیب دیکھو پانی کہیں سے بھی آیا ہو آواز دی۔ سکینہ اٹھو پانی پیو۔ بس یہ آخری تحلہ ہے میری تقریر کا۔ کہا پھوپھی اماں آپ پی لیں۔ کسی اور کو پلا دیں کہا، نہیں بیٹی تو پی لے۔ کہا پھوپھی اماں کسی کو بھی دے دیں۔ کہا بیٹی طریقہ یہ ہے جو بچہ چھوٹا ہو پہلے وہ پانی پئے۔ کہا پھوپھی اتنا مجھے دے دیں۔ پانی کا کوزہ اپنے ہاتھوں میں لیا، مقتل کی طرف چلی۔ کہا، بیٹی کہاں جا رہی ہو؟ کہا پھوپھی اتنا میں پیاسی ہوں۔ لیکن میرا صغر مجھ سے بھی چھوٹا ہے۔

الْأَلْفَنَةُ اللَّهُ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَ سَيَغْلَمُ

الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَ مُنْقَلَبٌ يَنْقَلِبُونَ۔



گھبرائے گی زینب

بھیتا تمہیں گھر جا کے کہاں پائے گی زینب

گھبرائے گی زینب

کیسا یہ بھرا گھر ہوا بر باد الہی، کیا آئی تباہی

اس کو کبھی آباد نہ اب پائے گی زینب

گھبرائے گی زینب

گھر جا کے کے دیکھے گی قاسم ہے نہ عباش

اکبر کی بھی ہے یاس

اپنے علی اکبر کو کہاں پائے گی زینب

گھبرائے گی زینب

جب پوچھیں گے یہ سب لوگ کہ بازو پہ ہوا کیا

یہ نیل ہے کیا؟

کس کس کونشاں زخم کے دکھائے گی زینب

گھبرائے گی زینب

پھٹ جائے گا یہ دیکھتے ہی گھر کو کلیچہ

یاد آؤ گے بھتیا !

دل ڈھونڈے گا تم کو پہاں پائے گی زینب

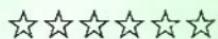
گھبراۓ گی زینب

بے پردہ ہوئی، قید بھی خواہرنے اٹھائی

اور موت ن آئی

کیا جائیے کیا کیا ابھی ذکر پائے گی زینب

گھبراۓ گی زینب



یہ الگ بات کہ محفوظ رہا دین رسول

یہ الگ بات کہ لوٹا گیا گھر زینب کا

سید حسن نقوی

سلام آخر

سلام خاک نشینوں پہ سو گواروں کا
غیریب دیتے ہیں پر ستمہارے پیاروں کا

سلام تم پہ ہمارے رسول کے پیارو!

سلام تم پہ رسول و بتوں کے پیارو!

سلام ان پہ جنہیں شرم کھائے جاتی ہے

کھلے سروں پہ اسیری کی خاک آتی ہے

سلام اس پہ جو زحمت کش سلاسل ہے

مصیبتوں میں امامت کی پہلی منزل ہے

سلام صحیحتے ہیں اپنی شہزادی پر

کہ جس کو سونپ گئے مرتبے وقت گھر سرور

مسافرت نے جسے بے بسی یہ دکھائی

ثار کر دیئے بچے نہ بچ سکا بھائی

اسیر ہو کے جسے شامیوں کے زرغنے میں

حسینیت ہے سکھاناعلیٰ کے لبجے میں

سکینہ بی بی تمہارے غلام حاضر ہیں
 بجھے جو پیاس تو اشکوں کے جام حاضر ہیں
 یہ سن، یہ حشر، یہ صد مئے نئے بی بی
 کہاں پہ سوتی ہو خیمے تو جل گئے بی بی
 گلے پر زخم، یتیمی کی سختیاں بی بی
 وہ سینہ جس پر کہ سوتی تھی اب کہاں بی بی
 نہ اس طرح کوئی کھیتی ہری بھری اجزی
 تمہاری مانگ بھی اجزی ہے کوکھ بھی اجزی
 نہیں لعینوں میں انساں کوئی خدا حافظ
 درندے اور یہ بے وارثی خدا حافظ
 سلام محسن اسلام، خست تن لا شو
 سلام تم پر شہیدوں کے بے کفن لا شو
 بچ تو اگلے برس ہم ہیں اور یہ غم پھر ہے
 جو چل بے تو یہ اپنا سلام آخر ہے



میر انیس کے مرثیے سے اقتباس

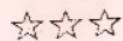
متقل سے آئے خیٹے کے در پر شہ زمُن پرشدت عطش سے نہ تھی طاقتِ خن
پڑے پہا تھر کھکے پکارے بد صحن "اصغر کو گاہوارے سے لے آؤ، اے بہن
پھر ایک بار اس مہ انور کو دیکھ لیں
اکبر کے شیر خوار برادر کو دیکھ لیں"

خیٹے سے دوزے آل محمد بہمن سر اصغر کو لا نہیں ہاتھوں پہ بانوئے فوجِ گر
بچے کو لے کے بیٹھ گئے آپ خاک پر من سے ملے جو ہونت تو چونکا وہ سیم بر
غم کی چھری چلی جگر چاک چاک پر
بٹھالا یا حسین نے زانوئے پاک پر

بچے سے ملتقت تھے شاہ آسمان سریر
مارا جو تین بھال کا اس بے حیانے تیر
بس دفعتاً نشانہ بنی گردن صغیر
تر پا جو شیر خوار، تو حضرت نے آہ کی
معصوم ذبح ہو گیا گودی میں شاہ کی

جس دم ترپ کے مر گیا وہ طفل شیرخوار
بچے کو فن کر کے پکارا وہ ذمی وقار
اے خاک پاک حرمت مہماں نگاہ دار
دائیں میں رکھا سے، جو محبت علی کی ہے
دولت ہے فاطمہ کی امانت علی کی ہے

پہلے پہل چھٹا ہے یہ ماں کی کنارے
واقف نہیں ہے قبر کی شب ہائے تارے
اے قبر، ہوشیار مرے گل عذارے
گردان چھدمی ہوئی ہے بچانا فشار سے
سید ہے، لال حضرت خیر النساء کا ہے
محصوم ہے، شہید ہے، بندہ خدا کا ہے



ال manus سورة فاتحہ رائے تمام مرحومین

۱) شیخ صدوق	۱۳) سید حسین جبار فرشت	۲۵) تکمیل و اخلاق حسین
۲) علامہ بخاری	۱۴) تکمیل و سید حضرت علی رضوی	۲۶) سید متاز حسین
۳) علام انصاری حسین	۱۵) سید نظام حسین زیدی	۲۷) تکمیل و سید اختر حسین
۴) علامہ سید علی نقی	۱۶) سید وہاڑہ ہرہ	۲۸) سید محمد علی
۵) تکمیل و سید عبدالعلی رضوی	۱۷) سید و رضوی خاتون	۲۹) سید و رضیہ سلطان
۶) تکمیل و سید احمد علی رضوی	۱۸) سید محمد الحسن	۳۰) سید مظفر حسین
۷) تکمیل و سید رضا احمد	۱۹) سید مبارک رضا	۳۱) سید باسط حسین نقی
۸) تکمیل و سید حیدر رضوی	۲۰) سید تبیت حیدر نقی	۳۲) تکمیل احمدی الدین
۹) تکمیل و سید سلطان	۲۱) تکمیل و مراوح حام	۳۳) سیدنا مصطفیٰ زیدی
۱۰) تکمیل و سید مردان حسین حضرتی	۲۲) سید باقر علی رضوی	۳۴) سید وزیر حیدر زیدی
۱۱) تکمیل و سید جبار حسین	۲۳) تکمیل و سید باسط حسین	۳۵) ریاض الحن
۱۲) تکمیل و سید رضا احمد علی	۲۴) سید عرفان حیدر رضوی	۳۶) خورشید تکمیل